تحریک پیام انسانیت

اہمیت - ضرورت - افادیت - طریقہ کار - دائرہ کار

بلال عبدالحی حسنی ندوی

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی
دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول

رجب المرجب ۱۴۳۷ھ مطابق مئی ۲۰۱۶ء

نام کتاب	:	تحریک پیام انسانیت
مرتب	:	بلال عبدالحی حسنی ندوی
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
صفحات	:	۸۸
قیمت	:	Rs.50

باہتمام : محمد نفیس خاں ندوی

ملنے کے پتے :

☆ ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی

☆ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

☆ مکتبۃ الشباب، ندوۃ روڈ لکھنؤ ☆ مکتبہ السلام، گوائن روڈ، لکھنؤ

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

فہرست

طریقۂ کار ودائرۂ کار

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

پیش لفظ

تحریک پیام انسانیت کی افادیت وضرورت کا احساس اب سب کو ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے جن حالات میں یہ کام شروع کیا تھا اس وقت بہت سے ذہنوں کے لیے اس کو قبول کرنا مشکل ہورہا تھا، مگر یہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ بصیرت تھی کہ انہوں اسی وقت اس کی اہمیت کو محسوس کیا اور ساری زندگی اس کی دعوت دیتے رہے، حضرت کی وفات کے بعد برادر مخدوم ومعظم مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کو اوڑھ لیا، اور اس میں بہت سی عملی شکلیں بھی اختیار کیں جن کا مختلف شہروں میں بہت گہرا اثر پڑا اور اس کے اچھے نتائج سامنے آرہے تھے کہ وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

حضرت مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ہی سے ان کے جانشین عم مخدوم ومعظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم

اس کی سرپرستی فرماتے رہے، برادر صاحب مخدوم ومعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت والا نے یہ ذمہ داری اس گنہگار کے سپرد کی، یہ حضرت والا کی توجہ ودعا کا اثر ہے کہ الحمد للہ کام چل رہا ہے، اور یہ کوشش جاری ہے کہ مختلف علاقوں میں کام کا تعارف بھی کرایا جائے اور طریقہ کار کے ساتھ اس کا دائرہ کار بھی متعین کیا جائے، اس لیے کہ اس میں تھوڑی سی بے احتیاطی بڑے خطرہ کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے، توازن کے ساتھ اس کام کو کرنے کی ضرورت ہے۔

اس کی وضاحت یہاں ضروری ہے کہ یہ کام براہ راست دعوت کا نہیں ہے، بلکہ یہ دعوت کے لیے اور دوسرے دین کے کاموں کے لیے میدان سازی کا کام ہے، اس لیے اس میں یہ ضروری ہے کہ پیام انسانیت کا کام کرنے والے اس سلسلہ میں محتاط رہیں تاکہ غیروں میں غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں، اور دوسری طرف اس میں غلو سے مداہنت تک پہنچنے کا بڑا خطرہ ہوتا ہے، اس لیے اس کا بھی خیال رہنا ضروری ہے کہ کوئی بھی طرز عمل دین سے ہٹا ہوا نہ ہو بلکہ جو کچھ بھی ہو وہ قرآن وسنت کے سایہ میں ہو، دونوں راستوں کے بیچ ایک متوازن راستہ ہے، جو اس ملک کے لیے، یہاں کے حالات اور مزاج کے اعتبار سے بہت ضروری اور نہایت مفید اور نتیجہ خیز ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ سب کے سامنے اس کی وضاحت کردی جائے، اس کے لیے صوبائی تعارفی اجلاس کا سلسلہ شروع کیا گیا، اللہ کا شکر ہے کہ کئی صوبوں کے اجلاس ہو چکے ہیں، اوران کے بہت امید افزا نتائج بھی سامنے آرہے ہیں۔

پہلا اجلاس رائے بریلی میں دائرہ شاہ علم اللہ کی مسجد میں ۲۹/ اگست ۲۰۱۵ء کو ہوا اور اس میں بہت غور وخوض کے بعد کام کے مختلف طریقے بھی منضبط کرنے کی کوشش کی گئی، پھر اس کی روشنی میں مختلف علاقوں میں جلسوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

اس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ وہ تفصیلات باقاعدہ رسالہ کی شکل میں شائع کردی جائیں تاکہ ان سے عمومی طور پر فائدہ اٹھایا جاسکے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضرورت تھی کہ ایک مفصل مضمون پیام انسانیت کی ضرورت وافادیت پر اس میں شامل کیا جائے اور اخیر میں کام کرنے والوں کے لیے ضروری ہدایات بھی شامل کی جائیں، اس رسالہ کی قیمت بڑھانے کے لیے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی بعض وہ منتخب تحریریں بھی شامل کردی گئی ہیں جو کام کرنے والوں کے لیے مشعل راہ ہیں اور ان میں بہت اہم اصول اور بنیادی باتیں آگئی ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ اب یہ مجموعہ قارئین کے سامنے ہے۔

پہلے اجلاس میں کام کے جو طریقے پیش کیے گئے اور اس کے لیے دائرہ کار طے ہوا، ان کو عزیز القدر مولوی محمد نفیس خاں ندوی نے نوٹ کیا اور مرتب کیا، اور محبّ عزیز مولوی محمد ارمغان ندوی نے بعض صوبائی جلسوں میں راقم کے تمہیدی خطابات کو سامنے رکھ کر مضمون تیار کیا، اب یہ دونوں اہم مضامین ضروری حذف واضافہ کے بعد ناظرین کے سامنے ہیں، اور اخیر میں کام کرنے والوں کے لیے ہدایات بھی درج ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کو مفید بنائے، کام کرنے والوں کے لیے یہ چشم کشا ثابت ہو، اور اس کے ذریعہ سے کام کے راستے کھلتے چلے جائیں، اور اللہ تعالیٰ ان عزیزوں کو اور معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس میں حصہ لیا۔

بلال عبدالحی حسنی ندوی

شنبہ ۲/ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ

تحریک پیام انسانیت کا ایک مقصد

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

"ہم لوگوں میں اس جذبہ کو پیدا کرنا چاہتے اوران میں ان حقیقتوں کی پیاس پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ زندگی محض کھانے پینے کا نام نہیں! انسان کی زندگی محض مادی یا حیوانی زندگی کا نام نہیں! ہم ایک نیا ذوق لے کر آئے ہیں، آج کی مادی دنیا میں یہ بات نئی ہے، دراصل یہ بات نئی نہیں، دنیا کے سب پیغمبر جو ہر قوم میں آئے، یہی پیغام لائے اور سب سے زیادہ طاقت اور وضاحت کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری طور پر یہ بات کہی۔ یہ حقیقت چوراہوں پر کہنے کے لائق ہے، لوگ پیٹ کے گرد چکر لگا رہے ہیں، اصلی زندگی دم توڑ رہی ہے، انسانیت کی پونجی لٹ رہی ہے! ہم ایک صدا لگانے آئے ہیں، حق کی صدا، دنیا اس صدا سے نامانوس ہے، مگر ہم دنیا سے مایوس نہیں، انسانوں کے پاس اب بھی ضمیر ہے، یہ ضمیر مردہ نہیں ہوا، اس پر گرد وغبار آ گیا ہے، اگر وہ گرد وغبار جھاڑ دیا جائے اور اس کو آلودگی سے صاف کر دیا جائے تو اب بھی اس کی گنجائش ہے کہ وہ حق کو قبول کر لے اور اس میں ایمانی شعور پیدا ہو"۔ (پیام انسانیت:۲۹)

تحریک پیام انسانیت کے مخاطب

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

"یہ تحریک سب کے لیے مفید ومعاون، ساز گار فضا پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، جس کے بغیر کوئی تحریک سکون واطمینان کے ساتھ اپنا عمل نہیں کرسکتی، ہر کام کے لیے معتدل (Normal) حالات کی ضرورت ہے، اس کی ضرورت ہے کہ دماغ اپنا توازن نہ کھوئیں، طبیعتوں میں اشتعال، برہمی اور بے جا بدگمانیاں نہ پائی جائیں، ان میں بات سننے کا موڈ اور اچھی بات کے قدر کی صلاحیت ہو، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک یہ مقصد پورا کرتی ہے۔

جہاں تک تصادم اور ٹکراؤ کا تعلق ہے تو ٹرین ٹرین سے لڑسکتی ہے، موٹر موٹر سے ٹکرا سکتی ہے، لیکن ٹرین اور کشتی یا جہاز میں کوئی ٹکر نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ ایک خشکی پر چلتی ہے، دوسری پانی میں۔

تحریک پیام انسانیت کے مخاطب بلاتفریق مذہب وملت ملک کے تمام باشندے ہیں، اس کا موضوع انسانیت اور اخلاق ہے، اس کا مقصد ملک کے رہنے والوں میں زندگی کا سلیقہ اور شہریت کا احساس پیدا کرنا ہے۔"

("تحریک پیام انسانیت" کے بارے میں ایک اہم انٹرویو: صفحہ:۱۹)

تحریک پیام انسانیت کی ضرورت

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

"کیا ایک شہری دوسرے شہری کو اپنا بھائی سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ خدا کا بنایا ہوا ایک انسان ہے؟ بالکل نہیں! ہر شخص دوسرے کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ ایک شکار ہے...... ایک قیمتی انسان سے ایک موذی جانور کا سا سلوک کیا جاتا ہے...... ہماری نظر اس کے دھڑکتے ہوئے دل ،اس کی سلگتی ہوئی روح، اس کے بلکتے ہوئے بچوں، اس کی بوڑھی ماں، اور اس کے غریب خاندان پر نہیں ہوتی، ہماری نظر اس کی جیب کے چار پیسوں پر رہتی ہے۔ سارے ملک کا یہ حال ہوگیا ہے کہ کسی کو کسی سے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی، سارا ملک ایک منڈی اور ایک جوا خانہ بن گیا ہے، جس میں ایک کی جیت اور ہزاروں کی ہار ہے، کسی کے دل میں کوئی بلند جذبہ، بلند تخیل، انسانیت کا احترام، خدا کا لحاظ باقی نہیں رہا۔ انسانیت کو اس پر ماتم کرنا چاہیے اور انسانیت کے دعویداروں کو شرم کے مارے اپنی گردن جھکا لینی چاہیے!"

(اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے صفحہ:۱۳ تا ۱۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریک پیام انسانیت

اہمیت وضرورت

آج سے تقریباً چالیس سال قبل مفکراسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ''تحریک پیام انسانیت'' کا آغاز کیا، اس وقت بہت سے ذہنوں میں یہ خلجان تھا کہ کہیں یہ کام وحدت ادیان کا پیش خیمہ نہ بن جائے، کسی نے حضرت مولانا سے سوال کیا تو مولانا نے فرمایا کہ وحدت ادیان نہیں وحدت انسان کی دعوت ہے، اسلام وحدت دین کی دعوت دیتا ہے لیکن انسانوں کے ساتھ ہمدردی کی تلقین کرتا ہے اور انسانیت کو ایک وحدت کی لڑی میں پروتا ہے، اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ کسی نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ نے اس نئی تحریک کا اضافہ کیوں کیا جب کہ بہت سی تحریکیں موجود تھیں؟ حضرت مولانا نے فرمایا: ''ہم نے کسی نئی تحریک کا اضافہ نہیں کیا، بلکہ ہم نے دینی تحریکوں،

اداروں اور مدارس کے لیے جو زمین ہے اس کو مضبوط کرنے کا کام کیا ہے، اگر یہ زمین نہ رہے گی تو نہ یہ ادارے باقی رہیں گے، نہ یہ تحریکیں اور جماعتیں باقی رہیں گی، ان تمام چیزوں کے تحفظ کے لیے پیام انسانیت کا کام بنیاد اور حصار کی حیثیت رکھتا ہے، اگر یہ حصار رہے گا تو یہ ساری چیزیں محفوظ رہیں گی، اور اگر یہ نہ ہوا تو یہ سارے کام جو آج بڑے مضبوط و مستحکم نظر آرہے ہیں، ٹھپ ہو جائیں گے"۔

تحریک پیام انسانیت کے ترجمان الحاج مولانا عبدالکریم پاریکھ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کسی عالم نے یہی سوال کیا تھا تو مولانا نے کہا: "ہم آپ کے لیے راستہ صاف کر رہے ہیں اور ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو آپ کے لیے بڑی دشواریاں پیدا کر سکتی ہے"۔

اس وقت ملک کے موجودہ حالات کے تناظر میں تحریک پیام انسانیت کی افادیت وضرورت کا احساس ہر خاص و عام کو ہے، اسی لیے ایک بڑی تعداد میں مختلف لوگ اپنی اپنی سطح، اپنے اپنے ذہن کے اعتبار سے اپنے اپنے علاقوں میں کام بھی کر رہے ہیں، لیکن ابھی اس کی ضرورت تھی کہ اس کی وہ شکلیں واضح کی جائیں جن کے بارے میں تجربہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ان کے اختیار کرنے سے فائدہ زیادہ ہوتا ہے اور بہتر نتائج بھی سامنے آتے ہیں، ان تفصیلات سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پیام

انسانیت کے کام کی ضرورت وافادیت اور کسی حد تک اس کی مختصر تاریخ کا جائزہ پیش کردیا جائے۔

حالات کا رخ اور اس کا ادراک

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے آج سے تقریبا ساٹھ ستر سال پہلے اسی خطرہ کو محسوس کیا تھا، جب ملک تقسیم ہوااور اس کے بعد یہاں حالات بدلنا شروع ہوئے، دشمنی کی ایک فضا بننے لگی، خاص کر برادران وطن کے اندر یہ کوشش کی جانے لگی کہ ان کے ذہنوں کو مسلمانوں کے تعلق سے خراب کیا جائے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے یہ محسوس کیا کہ اگر ان غلط فہمیوں کو دور نہ کیا گیا تو آگے حالات خطرناک ہوجائیں گے، حضرت مولانا نے (۱۹۵۰ء) یا (۱۹۵۱ء) میں یہ کام شروع کیا، خاص کر لکھنؤ میں مخلوط اجتماعات کیے، جن میں ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا، ان جلسوں میں ایسے موضوعات اختیار کیے جاتے تھے جس میں انسانیت کی بات ہوتی تھی، اور اکثر حضرت مولانا ہی خطاب فرماتے تھے، الحمدللہ اس سے بڑے اچھے نتائج سامنے آرہے تھے، لیکن چونکہ یہ اجتماعات تبلیغی نظام کے ساتھ مربوط تھے، اس لیے بعض دوسرے خدشات کے پیش نظر ان کو موقوف کرنا

پڑا، اور پھر حضرت مولانا کے بیرون ممالک کے اسفار شروع ہوگئے اور یہ سلسلہ ایک عرصہ تک موقوف رہا، اس کے بعد (۱۹۷۴ء) میں الہ آباد سے مولانا نے باقاعدہ ''تحریک پیام انسانیت'' کا آغاز کیا، اور فرمایا کہ اب تک میں نے بہت انتظار کیا، میں لکھنے پڑھنے والا آدمی ہوں، تحریکی آدمی نہیں ہوں، میں منتظر تھا کہ کوئی بھی اللہ کا بندہ کھڑا ہوجائے، چاہے ہندوؤں میں کوئی کھڑا ہوجائے یا مسلمانوں میں، وہ اصلاح کے لیے علَم بلند کرے، اور انسانیت کی بات کرے، لیکن افسوس کی بات ہے کہ اتنا عرصہ گزر گیا اور کوئی آواز نہیں اٹھی، اب میں چاہتا ہوں کہ جہاں تک یہ آواز پہنچ سکے پہنچاؤں، امید ہے کہ لوگ اس پر توجہ دیں گے اور جو اس وقت کی ضرورت ہے وہ کسی حد تک شاید پوری ہوسکے گی۔

حضرت مولانا نے الہ آباد سے پیام انسانیت کی تحریک کا آغاز کیا، اور الحمد للہ اس کے بعد پورے ملک میں دورے ہوئے، بڑی بڑی کانفرنسیں ہوئیں، بڑے بڑے ڈائیلاگ ہوئے، اہم لوگوں کو جمع کیا گیا، آپس میں مذاکروں کے ذریعہ سے گفتگو کی گئی، ان کے سامنے انسانیت کی بات رکھی گئی، اور یہ کہا گیا کہ ہم سب اس ملک کے رہنے والے ہیں، اگر آپس میں خلیج بڑھتی چلی گئی تو یہ مسئلہ صرف ایک کمیونٹی، ایک مذہب، ایک قوم کا نہیں بلکہ پورے ملک کا ہے، خطرہ ہے کہ ملک کے اندر انتشار

نہ پیدا ہو جائے، ملک ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے، اس لیے ضرورت ہے کہ ہم اس خلیج کو پاٹیں، آپس کی دوریوں کو کم کریں تا کہ ہم پرسکون فضا میں سانس لے سکیں۔ حضرت مولانا نے یہ بات جگہ جگہ کہی، اس کے اچھے نتائج سامنے آئے، اور اس طرح پیام انسانیت کا کام چل پڑا، اس کے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت مولانا کی وفات ہوگئی۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ نے یہ کام سنبھالا، انہوں نے یہ کوشش کی کہ یہ صرف نظریاتی بات نہ رہ جائے، مسئلہ صرف گفتگو، کانفرنسوں اور سیمیناروں کی حد تک نہ رہے، بلکہ اس کی ایسی عملی شکلیں بھی اختیار کی جائیں کہ اس سے لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور ان کے ذریعہ سے یہ ثابت کیا جائے کہ مسلمانوں کے بارے میں جو کچھ سوچا اور سمجھا جاتا ہے وہ حقیقت کے خلاف ہے، اسلامی تعلیمات میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہمیں انسانوں کے ساتھ ہمدردی کرنی ہے، ایک دوسرے کے دکھ درد کو سمجھنا ہے، اگر اسلام کی ان تعلیمات کی عملی شکلیں اختیار کی جائیں تو حالات میں اور زیادہ بہتر طریقہ پر تبدیلی پیدا ہوگی۔ الحمد للہ اس سلسلہ میں کوششیں شروع کی گئیں اور اللہ کا شکر ہے کہ ان کے بہتر نتائج بھی سامنے آرہے ہیں۔

آج ہم جن حالات سے گذر رہے ہیں یہ ایسے نہیں ہیں کہ ہمیں پہلی

مرتبہ ان سے سابقہ پڑا ہو، اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں یہ حالات گذر چکے ہیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ سخت حالات کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑا ہے، بغداد میں جب تاتاریوں نے حملہ کیا، اس وقت مسلمانوں کی ایسی حالت ہوئی کہ لگتا تھا کہ یہ چراغ بجھ جائے گا، لیکن اسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کو قیامت تک باقی رہنا ہے، لہٰذا جو اِس کو اختیار کرے گا، اِس کی تعلیمات اختیار کرے گا وہ بھی باقی رہے گا، اسی لیے جہاں مسلمانوں نے سمجھ سے کام لیا اور معاشرہ میں انسانیت کے فروغ کے لیے ان صورتوں کو اختیار کرتے رہے جو وقت کی ضرورت تھیں، وہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی، اور ان کے لیے یہ آسان ہوا کہ وہ اپنے ملی تشخص کے بقاء کے ساتھ محفوظ رہیں، اس لیے ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اُن بنیادی کاموں کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں، جن کو اختیار کر کے ہم عزت کے ساتھ اور اپنے مذہبی وملی تشخص کے ساتھ باقی رہ سکتے ہیں، اللہ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں اس کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں، اور ایسے اصول دیے ہیں کہ اگر ان اصولوں کو ہم پیش نظر رکھیں، اس کی روشنی میں کام کریں تو ان شاء اللہ اس کے بہت بہتر نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

وقت کی ضرورت

موجودہ حالات میں عملی طور پر اور گفتگو کی مختلف شکلوں کو اختیار کر کے پیام انسانیت کا کام ایک ایسی ضرورت ہے کہ اس سے ملک کے حالات میں تبدیلی واقع ہوگی اور ایک بڑی سنت پر عمل بھی ہوگا، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں "حلف الفضول" نام سے ایک مشہور معاہدہ کا تذکرہ آتا ہے، جو مکہ مکرمہ میں ہوا تھا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس میں شریک تھے، اس معاہدہ میں یہ طے ہوا کہ تھا کہ ہم کمزوروں، بیواؤں اور مظلوموں کی مدد کریں گے، ظالموں کو ظلم سے روکیں گے، اس معاہدہ کے تناظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پیام انسانیت "حلف الفضول" کی ایک عملی تصویر ہے، یہ آخری درجہ کی بات ہے کہ ہجرت کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مکہ مکرمہ میں "حلف الفضول" کا جو معاہدہ کیا تھا، اگر مجھے آج بھی کوئی اس کی دعوت دے تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔

پیام انسانیت کا کام بھی حقیقت میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات کو عملی شکل دینا ہے، ان کو اپنی زندگی میں لانا اور سماج میں ان کی ایسی شکلیں اختیار کرنا ہے کہ لوگوں کے سامنے ایک ایسا نمونہ آئے جو شاید اب تک نہیں آسکا، اس لیے کہ ہم مسجدوں میں اور اپنی عبادتوں میں تو مسلمان ہیں، لیکن جہاں غیروں سے سابقہ پڑتا ہے، وہاں اسلام کا نظام اخلاق و

مساوات نہیں پیش کر پاتے، مثلاً جب ہم بازاروں، آفسوں اور کاروبار یا سڑکوں پر ہوتے ہیں تو ہمارا طرز زندگی سیرت پاک سے بالکل مختلف نظر آتا ہے، اس پر توجہ کی ضرورت ہے۔

حالات کا جائزہ لینے پر حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی کہ آج ہم مسلمانوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی، کون سی خرابی ہے جو ہم میں نہ ہو، ہم معاملات کے خراب ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، دھوکہ دیتے ہیں، ظالمانہ اور انتقامانہ مزاج رکھتے ہیں، اس سلسلہ کے دسیوں واقعات ایسے ہیں جن سے ہر خاص وعام واقف ہے۔

برادران وطن کی ذہنیت

آج ہم میں سے ہر ایک کو یہ محسوس ہورہا ہے کہ ہم جس ملک میں رہتے ہیں شاید یہاں کی اکثریت ہمارے بارے میں منفی سوچ رکھتی ہے، شاید وہ یہ نہیں چاہتی کہ یہاں مسلمان اپنے ملی تشخص کے ساتھ باقی رہیں، بلکہ ان کی خواہش یہ ہے کہ مسلمان بھی یہاں کے قومی دھارے میں ضم ہوجائیں، ان کا الگ سے کوئی تشخص یا امتیاز باقی نہ رہے، اسی لیے ملک کے ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہی حالات رہے تو شاید یہاں مسلمانوں کا وجود خطرہ میں پڑ جائے گا، اس

میں کوئی شبہ نہیں کہ جس طرح پلاننگ کی جارہی ہے، جس طرح کے حالات پیدا کیے جارہے ہیں، وہ حالات ایسے ہیں کہ ان حالات کے ساتھ ہم سب خطرہ میں ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف جو پلاننگ کی جارہی ہے، وہ پلاننگ کوئی نئی نہیں ہے، ملک کی تقسیم یا آزادی کے بعد ہی سے یہ پلاننگ کی جارہی ہے کہ اس ملک کو دوسرا اسپین بنادیا جائے، آج سے تقریباً چالیس سال یا اس سے بھی پہلے باقاعدہ ایک میٹنگ میں یہ بات طے ہوئی تھی کہ جو کچھ اسپین میں ہوا ہے ہمیں اس سے سبق لینے کی ضرورت ہے، اگر اس ملک سے مسلمانوں کو ختم کرنا ہے تو اس سے بہتر کوئی ہتھیار نہیں، چنانچہ اس کے لیے اسپین کی تاریخ پر جو کچھ لکھا گیا ہے، لندن کی لائبریریوں اور دیگر بڑی بڑی لائبریریوں سے اس موضوع کی کتابیں نکلوائی گئیں، ان کا گہرائی سے مطالعہ کیا گیا اور ان اسباب کو تلاش کیا گیا جن کی بنیاد پر وہاں سے مسلمان ختم کردیے گئے۔

سازشوں کا ادراک

یہ محض ایک المیہ ہی نہیں بلکہ ایک دل دوز واقعہ ہے کہ اندلس میں مسلمانوں کی حکومت کا زمانہ، ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے

زمانہ سے زیادہ گذرا ہے، اندلس میں تقریباً ساڑھے سات سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی، بڑے بڑے علماء ومشائخ پیدا ہوئے، ایسی ایسی کتابیں لکھی گئیں جو آج بھی مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی وہاں سے مسلمان ختم کردیے گئے۔

غرض کہ اندلس کی اس پوری تاریخ کا انہوں نے مطالعہ کیا اور یہ طے کیا کہ ہمیں اس ملک میں وہی صورت حال اختیار کرنی ہے، جس کی بنا پر اندلس سے مسلمانوں کو ختم کیا گیا، چنانچہ اس کی کوششیں آزادی کے بعد ہی سے شروع کردی گئیں، لیکن اللہ ہمارے بزرگوں کی قبروں کو نور سے بھر دے، انہوں نے اس سازش کا ادراک کیا، اس کو سمجھنے کی کوشش کی، اور فکری، علمی وعملی طور پر اس سازش کا پوری طرح مقابلہ کیا، اس کے لیے ادارے قائم کیے، اور سب سے بڑھ کر پورے ملک کے طول وعرض میں مکاتب ومدارس کا ایک ایسا جال بچھادیا، جن کے ذریعہ سے مسلمان عوام اور خواص میں بنیادی دینی تعلیم اور اسلام کے بنیادی عقائد کو باقی رکھنے کی کوشش کی، اللہ کا فضل ہے کہ یہ کوشش کامیاب ہوئی، لیکن دوسری طرف سازشوں کا سلسلہ بھی بند نہیں ہوا، مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کے لیے اندر ہی اندر ہر سطح پر کوششیں جاری رہیں۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اس طرح کا سازشی ذہن رکھنے

والے تمام برادران وطن نہیں، بلکہ بمشکل پانچ فیصد ایسے لوگ ہیں جو اس کوشش میں لگے ہیں کہ کسی بھی طرح مسلمانوں کو ایسا بنا دیا جائے کہ وہ یا تو اسلام کو چھوڑ دیں یا بالکل بے حیثیت ہو کر دوسرے نمبر کے شہری بن کر رہیں، اس وقت جو حالات ہمارے سامنے ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب ہمیں مزید توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

غفلت کا نتیجہ

ملک کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے لیے سب سے اہم اور قابل افسوس بات یہ ہے کہ ہم جس ملک میں رہتے ہیں، وہاں ہم سے بہت بڑی کوتاہی یہ ہوئی کہ ہم نے اپنے آپ کو بہت محدود کرلیا، ہم نے اپنے آپ کو مدارس کی چہار دیواری اور مساجد میں قید کرلیا، مسلمانوں کے جو مخصوص مسائل ہیں ان تک اپنے کو محدود کرلیا، اور زندگی کا جو دھارا ہے، اس سے ہم الگ ہوگئے، جبکہ زندگی کے دھارے سے الگ ہونا ہمارے لیے سخت خطرہ کی بات ہے، اور وہ خطرہ یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں ہم کو بالکل کنارہ لگا دیا جائے گا کہ یہاں جو حالات ہیں اور ملک جس رخ پر جا رہا ہے، ہم اس سے بالکل بے خبر ہو جائیں گے یا ہم کو بے خبر کر دیا جائے گا، اور ہمیں اس طرح کنارے

لگا دیا جائے گا کہ سب کچھ ہوتا چلا جائے گا، سازشیں کامیاب ہوتی چلی جائیں گی، اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟ یہاں یہ بات بخوبی ذہن نشیں رہے کہ زندگی کے دھارے سے قومی دھارا مراد نہیں ہے، قومی دھارے میں ضم ہونے کے متعلق یاد رہے کہ ہم ایک لمحہ کے لیے بھی اس کو گوارہ نہیں کر سکتے، اگر خواب میں بھی ہم سے قومی دھارے کی بات کی جائے تو ہم اس پر چونک جائیں کہ یہ ہمارے ایمان کے تحفظ وبقاء کا مسئلہ ہے، البتہ جو زندگی کا دھارا ہے، اگر ہم اس سے الگ ہوئے، جیسا کہ بڑی حد تک ہم سے یہ غلطی ہوئی ہے، تو یہ بہت خطرہ کی بات ہے۔

دعوتی جذبہ کی ضرورت

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح غیروں میں گھس کر کام کرنے کی ضرورت تھی، جس طرح یہاں کی اکثریت کو اپنے ساتھ ملا کر، ان کے اندر داخل ہو کر کام کرنے کی ضرورت تھی، جس طرح اپنی افادیت ثابت کرنے کی ضرورت تھی، اپنی ضرورت ثابت کرنے کا جو جذبہ ہونا چاہیے تھا ہمیں ان چیزوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہوئی، ہم نے بالکل ایک دفاعی پوزیشن اختیار کر لی، اور یہ طے کر لیا کہ جو آندھیاں اور طوفان آرہے ہیں

ان کے لیے ہم ایک ایسا حصار بنا لیتے ہیں کہ ان طوفانوں اور آندھیوں سے ہمارے اوپر کوئی خطرناک اثر نہ پڑے، ہم اپنے وجود کو باقی رکھ سکیں، لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے کہ ہم کہاں تک حصار بنائیں گے، کہاں تک وہ دیواریں قائم رکھیں گے، اگر آندھیاں سخت سے سخت ہوں گی اور طوفان بلا خیز ہوگا تو اس حصار کو شاید ہم سنبھال نہیں سکیں گے، بہت دنوں تک اس کو باقی نہیں رکھ سکیں گے، ضرورت اس بات کی تھی کہ ہم ان آندھیوں کو روکنے کی کوشش کرتے، اور یہ دیکھتے کہ آندھیاں کہاں سے چل رہی ہیں، ان کی اصل جگہ پر پہنچ کر ہم ان کو روکنے کی کوشش کرتے، ظاہر ہے یہ جب ہی ممکن ہے جب ہم زندگی کے دھارے میں گھسنے کی کوشش ہی نہیں بلکہ زندگی کے دھارے کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کریں، اپنے مزاج، خیالات وافکار کے مطابق اس کا رخ پھیرنے کی کوشش کریں، جب اس طرح کا دعوتی جذبہ ہمارے اندر پیدا ہوگا تو ہمارے سامنے جو حالات ہیں ہم ان کو بآسانی بدل سکتے ہیں۔

دعوت اور محبوبیت

دعوت کے کام میں اللہ نے محبوبیت رکھی ہے، اورنگ زیب عالمگیرؒ بڑے دین دار، متقی وانصاف پرور بادشاہ تھے، یہاں تک کہ ان کو

"سادس الخلفاء الراشدین" بھی کہا گیا ہے، مگر عجیب بات ہے ان کے زمانہ میں بھی دعوت کا وہ کام نہیں ہوا جو ہونا چاہیے، انہوں نے حکومت کا نظام اچھا قائم کیا، مگر شاید غیروں میں دعوت کا کام کچھ اسباب کی بنا پر نہ کر سکے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی پچاس سال تک حکومت رہی، اس کے باوجود بھی ان کے جانے کے بعد پورا نظام ڈھیلا ہو گیا، اور آج بھی جب ہندوؤں میں ان کا نام لیا جاتا ہے تو غصہ کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں، ان کو ظالم و ستمگر کے خطابات سے نوازا جاتا ہے، حالانکہ ان کے ذریعہ سے شاید چند ہی مسلمان ہوئے ہوں، لیکن اس کے برخلاف فاتح ہندوستان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہیں، جن کے بارے میں آتا ہے کہ لاکھوں لوگ ان کے ذریعہ سے ایمان میں داخل ہوئے، ان کے متعلق یہاں کے لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ان کا نام آجاتا ہے تو تعظیم سے سر جھک جاتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اس محبوبیت کی اصل وجہ دعوت ہے، اللہ نے اس کام میں محبوبیت رکھی ہے، مگر افسوس کی بات ہے کہ ہم سے اس کام میں غفلت ہوئی۔

دعوتی کام کی نوعیت

اس ملک میں دعوت کا کام کرنے کے لیے حکمت کا طریقہ اختیار

کرنا ہوگا، جو اللہ نے قرآن مجید میں اپنے محبوب ﷺ کو بتایا ہے، اللہ فرماتا ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاء بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ﴾(آل عمران: ٦٤)

(آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے (وہ یہ) کہ ہم صرف اللہ کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنالے)

اس آیت میں آپ ﷺ کو بتایا جارہا ہے کہ آپ اہل کتاب سے کہیے کہ ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم میں تم میں مشترک ہے، اور وہ ہے اللہ کی بندگی، گویا آپ ﷺ کو یہ طریقہ بتایا جارہا ہے کہ سب سے پہلے آپ ان کو ایسی چیز کی طرف بلائیں جو آپ میں اور ان میں مشترک ہے، معلوم ہوا کہ اگر پہلے مرحلہ میں کلمہ سواء یعنی Common Point کی طرف دعوت دی جائے تو مخاطب کے دل کی کھڑکیاں کھل جائیں گی، چونکہ عہد نبوی میں ان قوموں کو توحید کا دعویٰ تھا، اور آپ ﷺ حقیقت توحید کی دعوت دینے کے لیے تشریف لائے تھے، اس لیے اسی مشترک

پوائنٹ کی طرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی۔

یہ دعوت کا اہم نکتہ ہے کہ جس کو ہمارا مخاطب مانتا ہے، اگر ہم اسی کی دعوت دیں گے تو وہ ہماری بات تسلیم کرے گا، ہم کو اپنا سمجھے گا اور اس وقت ہماری حیثیت مہمان کی ہوگی، مگر اس ملک میں توحید کو" کامن پوائنٹ "نہیں بنایا جاسکتا، کیونکہ یہاں شرک کی حالت یہ ہے کہ مشہور ہے" جتنے کنکر اتنے شنکر"، البتہ اس ملک میں انسانیت کو دعوت کا" کامن پوائنٹ "بنایا جاسکتا ہے، یہ وہ کھلا دروازہ ہے کہ اگر ہم اس سے داخل ہوئے تو ہماری حیثیت مہمان کی ہوگی، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ فرماتے تھے کہ جب بھی کسی قوم میں دعوت کا کام کرنا ہو تو پہلے ان کی نفسیات کا مطالعہ کرو اور یہ کوشش کرو کہ جو دروازہ کھلا ہو اس سے داخل ہوا جائے، اگر زبردستی دروازہ کھلوایا یا تڑوایا گیا تو تمہاری حیثیت چور اور ڈاکو کی ہوگی، اور تمہاری کوئی بات مانی نہیں جائے گی، بلکہ یہ کوشش کی جائے گی کہ کسی طرح تمہیں ہٹا دیا جائے، البتہ اگر تم اجازت لے کر آئے یا کھلے دروازے سے آئے تو لوگ تمہارا اعزاز کریں گے، چاہے وہ بات فوری طور پر کسی کی سمجھ میں نہ آئے، دعوت کا کام کرنے والوں کے لیے یہ بہت حکیمانہ نکتہ ہے، اگر اس ملک میں ہم کو دعوت کا کام کرنا ہے تو انسانیت کا عنوان ایک ایسا کامن پوائنٹ ہے کہ اس کو ذریعہ بنا کر ہم غیروں کے

دل ودماغ تک پہنچ سکتے ہیں اور انسانیت کے حوالہ سے ہم وہ کچھ کر سکتے ہیں اور وہاں تک جا سکتے ہیں جہاں تک جانا شاید ہمارے لیے آسان نہ ہو، دعوت کے تعلق سے یہ یاد رکھیں کہ اگر ہم نے کھلے عام اس ملک میں دعوت کا کام کیا، مجمع میں کلمہ پڑھانا شروع کر دیا، تو معلوم ہونا چاہیے کہ حالات ہمیشہ یکساں نہیں ہوتے، بارہا اس کے بہت ہی تلخ تجربات سامنے آئے ہیں کہ بعض دوستوں نے کسی علاقہ میں یہ غلطی کی، جس کے نتیجہ میں وہاں کی پوری فضا مکدر ہوگئی اور کام کرنا مشکل ہو گیا، ہوسکتا ہے اس کا فائدہ عارضی طور پر آپ کو نظر آئے، مگر یاد رہے کہ ہمارے سامنے آگے چل کر اس کے بہت سخت نقصانات بھی سامنے آسکتے ہیں، اس کا ایسا ردعمل پیدا ہوسکتا ہے کہ جو کام ہوا اس پر پانی پھر جائے اور حالات اور زیادہ خطرناک ہو جائیں۔

گفتگو کی بنیادیں

پیام انسانیت کے کام میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ مذہبی بنیاد پر بات نہ کی جائے، بلکہ محض انسانیت کی بنیاد پر بات ہو، برادران وطن کو انسانیت کا سبق دیا جائے، جس محکمہ میں جانا ہو وہاں انسانی اقدار پر گفتگو کی جائے، مثال کے طور پر اگر اسکول میں جانا ہو تو انتظامیہ سے وہاں جس

طرح خدمت ہوسکتی ہو اس کے متعلق بات کریں، ان کی کاپی کتابوں کے نظم سے متعلق بات کریں، جہاں جائیں وہاں اخلاقی باتیں کریں، مثلاً: ''آج اسکول کے بچوں کا اخلاقی معیار نہیں رہا، بچے والدین کی قدر نہیں کرتے، سماجی برائیاں بہت ہیں''، ان باتوں کے درمیان یہ خیال رہے کہ وہی باتیں اپنی زبان میں کہیں، جو قرآن وحدیث میں ہیں لیکن آپ حوالہ نہ دیں، تاکہ وہ مانوس ہوں اور اسلام کے بارے میں خود پوچھیں، رحمت الٰہی سے کوئی بعید نہیں کہ ان باتوں کے نتیجہ میں آگے چل کر مخاطب کا خود یہ ذہن بن جائے کہ وہ کلمہ پڑھنے کے لیے تیار ہوسکے، اور خود اس کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوجائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ آپ اصرار کریں اور اُدھر سے انکار ہو۔

عملی نمونہ پیش کیجیے

پیام انسانیت کا کام دعوت کا پہلا قدم ہے، یہ دعوت کے لیے ایک ایسا راستہ کھولنے والا کام ہے کہ اس کے ذریعہ سے اگر آپ محنت کریں گے تو مزید راستے کھلتے چلے جائیں گے، آپ کوشش کریں کہ آپ غیروں کے دلوں تک پہنچیں، ان کے ذہنوں میں جو غلط فہمیاں ہیں ان کو دور کریں، اور یہ جبھی ممکن ہوگا جب اس کے لیے عملی شکلیں اختیار کی

جائیں، صرف بات کرنے، لٹریچر تقسیم کرنے، جلسے کرنے سے یہ کام ہونے والا نہیں ہے، کیونکہ بغیر عملی شکل پیش کیے لوگ کہیں گے کہ یہ باتیں بہت سے لوگوں کو کرنا آتی ہیں، بعض جگہ پیام انسانیت کی باتیں کہی گئیں، اس کے بعد بعض لوگوں کو باقاعدہ یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ’’بات کہنا آسان ہے مگر کرنا مشکل‘‘، لوگوں کی اس ذہنیت کی وجہ یہ ہے کہ ان کے سامنے مسلمانوں اور ان کے آپسی معاملات کا کھلا آئینہ ہے، جس میں ان کو داغ دار تصویر کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، لہٰذا اس کے لیے عملی محنت کی بھی بڑی ضرورت ہے، اس کے بغیر صرف گفتگو اور تقریر سے کام ہوتا نظر نہیں آتا۔

ایک واقعہ

اورنگ آباد میں برادران وطن میں سے ایک نوجوان کی پیام انسانیت کا کام کرنے والے کسی ساتھی سے دوستی ہوگئی، وہ نوجوان اسلام اور مسلمانوں سے بہت بدگمان تھا، مدارس کے متعلق اس کی ذہنیت نہایت خراب تھی، اس کا ماننا تھا کہ یہاں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے، مسلمان دوست نے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانا، ایک بار عجیب قصہ پیش آیا، رات کے بارہ بجے اس نے اپنے مسلمان دوست کے پاس فون کیا، اور

کہا میں فلاں مدرسہ کے سامنے کھڑا ہوں، میری بائیک کا تیل ختم ہوگیا ہے، میری مدد کے لیے تم آجاؤ، چنانچہ وہ مسلم دوست وہاں پہنچا، تو دیکھا کہ وہ بائیسکل پر سوار تھا، یہ دیکھ کر مسلم دوست نے کہا کہ تمہارے پاس تو سائیکل ہے، اس میں تیل کی کیا ضرورت؟اس نوجوان نے جواب دیا: میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے تا کہ رات کے اس وقت جو کہ مدارس میں عین ٹریننگ کا ٹائم ہے، میں خود اندر جا کر دیکھ سکوں کہ حقیقت کیا ہے؟چنانچہ رات کے بارہ بجے مدرسہ کا دروازہ کھلوایا گیا، اور مسلم دوست کے مدرسہ کے ذمہ داروں سے تعلق کی بنیاد پر انٹری بھی ہوگئی، دونوں مدرسہ کے اندر گئے، وہاں اس غیر مسلم نے باقاعدہ ٹارچ لے کر جہاں نیم کے درخت تھے وہاں دیکھا کہ کوئی بندوق لے کر چھپا تو نہیں ہے، اس نے پورے مدرسہ کا جائزہ لیا، یہاں تک کہ تنور میں بھی جھانک کر دیکھا، اس کے بعد جب باہر نکلا تو کہنے لگا کہ آج میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مدرسوں میں دہشت گردی نہیں سکھائی جاتی اور کم از کم اس مدرسہ کے بارے میں تو نہیں کہوں گا، اس کے بعد اس نے ایک ایسا جملہ کہا جس سبق لینے کی ضرورت ہے، اس نے کہا: ”اگر تم ہزار بار تقریریں کرتے، سمجھاتے، مجھے یقین دلاتے، میں یقین نہ کرتا، مگر آج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو مجھے یقین آ گیا“۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تقریروں، جلسوں، کانفرنسوں اور لٹریچر سے بات بہت زیادہ نہیں چلے گی، یقیناً اس کا بہت بڑا فائدہ ہے، مگر ہمیں عملی شکلیں بھی اختیار کرنا ہوں گی، ورنہ اس کے نتائج سامنے نہیں آئیں گے، اس طرح کی دسیوں مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں کہ جب عملی شکلیں سامنے آئیں تو اس کا بہت بہتر نتیجہ بھی ہمارے سامنے آیا، یہ الگ بات ہے کہ ان مذاکرات کا بھی فائدہ ہوتا ہے، اس کے بھی اچھے نتائج رونما ہوتے ہیں۔

مذاکرات کا فائدہ

حال ہی کی بات ہے کہ ایک شہر میں ایک ڈائیلاگ ہوا، جس میں انٹلکچول طبقہ کے اہم لوگ جمع ہوئے، وہاں پیام انسانیت کا پورا تعارف کرایا گیا، اس کے بعد جو مہمان حضرات آئے ہوئے تھے، ان سے کہا گیا کہ آپ بھی پانچ پانچ منٹ اپنے دل کی بات رکھیں، ان باتوں میں بہت اچھے تاثرات آئے، اتفاق کی بات کہ وہاں ایک ایم ایل اے کا لڑکا بھی آیا ہوا تھا، اس کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس کی ذہنیت اچھی نہیں ہے، فسادات وغیرہ میں بھی وہ پیش پیش تھا، عمر تقریباً تیس سال کی ہوگی، ہم نے اس سے کہا: اس سلسلہ میں آپ بھی کوئی تبصرہ کیجیے، اس نے صرف ایک جملہ کہا کہ "مجھے کبھی اس طرح کے پروگرام میں آنے کا اتفاق نہیں

ہوا، میں نے ایسا پروگرام پہلی بار اٹینڈ کیا ہے، اب جب تک میری زندگی ہے میں آپ کے اس کام میں شریک ہوں، اب میں چاہتا ہوں کہ انسانیت کا کام کروں‘‘۔

چونکا دینے والی آیت

حقیقت یہ ہے کہ ملک کے موجودہ حالات میں پیام انسانیت کی عملی شکلوں کو اختیار کرنا، اور اس ملک میں اپنی نافعیت کا ثبوت فراہم کرنا ہی ہمارے ملی تشخص کی بقاء کا ضامن ہے، قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾ (الرعد:۱۷)

(بس جھاگ تو بیکار جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے لیے مفید ہوتی ہے وہ زمین میں باقی رہتی ہے)

قرآن مجید کی یہ آیت ہر فرد بشر کو چونکا دینے والی ہے، یہ ایک ایسے اہم ترین اصول کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ اگر اس کو پیش نظر رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آیت ہمارے تحفظ وبقاء کے لیے ایک بیش بہا خزانہ ہے، ایک ایسی دولت ہے کہ اگر اس کی روشنی میں ہم اپنی زندگی میں تبدیلی لانے کی کوشش کریں اور اس قیمتی اصول کو سمجھیں تو آج جو

حالات ہمیں نظر آرہے ہیں، اس کے نتیجہ میں ان شاء اللہ ان میں بڑی تبدیلی کی توقع ہے۔

بقائے انفع کا قانون

قرآن مجید کی اس آیت میں اللہ نے ایک بیش قیمت اصول بیان فرمایا ہے کہ جو جھاگ ہے وہ بیکار چلا جاتا ہے، اور جو نفع بخش چیز ہے وہ باقی رہتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ بے قیمت و بے حیثیت چیز جھاگ ہے، یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ بے حیثیت چیز کی مثال جھاگ سے دی گئی، اگر گوبر اور گندگی سے مثال دی جاتی تو بھی مثال مکمل نہ ہوتی، اس لیے کہ آج گوبر اور گندگی سے بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے، لیکن یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ ایسے ٹیکنالوجی کے دور میں بھی جھاگ کا کوئی فائدہ نہیں، اسی لیے قرآن مجید میں نفع نہ پہنچانے والی چیز کی مثال جھاگ سے دی گئی اور کہا گیا کہ یہ بالکل بےکار چلا جاتا ہے، اس کی کوئی قیمت نہیں، پھر آگے فرمایا کہ جو چیز فائدہ پہنچاتی ہے وہ زمین میں باقی رہتی ہے، بقائے انفع کا یہ وہ قانون ہے کہ اگر ہم نے اس پر توجہ دی ہوتی اور اپنی زندگی میں یہ کوشش کی ہوتی کہ ہمارے اندر نافعیت پیدا ہوجائے، ہمارے اندر لوگوں کے لیے، ملک کے لیے، یہاں کی آبادی کے لیے، برادران وطن کے لیے افادیت کا نظام پیدا ہوجائے تو آج

ہمیں جن حالات کا سامنا ہے شاید ہمیں ان حالات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

تحفظ وبقا کا ذریعہ

قرآن مجید کی اس آیت سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ہمارے تحفظ وبقا کے لیے یہ بہترین ذریعہ ہے کہ ہم انسانیت کی خدمت کریں، انسانیت کو فائدہ پہنچائیں، یہی ہمارے تحفظ وبقا کا ذریعہ ہے، آج ہماری جو ایمانی ذمہ داری تھی، اس حیثیت سے بھی ہم نے اپنی افادیت کھودی اور دنیاوی اعتبار سے بھی ہم جو کر سکتے تھے اس کو بھی ہم نے فراموش کردیا، یورپ وامریکہ جو دنیا میں دندناتے پھر رہے ہیں ہزار ظلم وستم اور فحاشیوں کے باوجود وہ دنیا میں اپنی طاقت کے ساتھ قائم ہیں، اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ انہوں نے کسی نہ کسی درجہ میں اپنی نافعیت کو باقی رکھا ہے، ٹیکنالوجی کے ذریعہ وہ ساری انسانیت کو فائدہ پہنچا رہے ہیں، ایسی چیزیں ایجاد کررہے ہیں جن سے سب فائدہ اٹھا رہے ہیں، مائک آواز تیز کرنے کے کام آرہا ہے، پنکھوں سے گرمی دور ہورہی ہے، اور نہ جانے کتنی چیزیں ہیں جن سے دنیا فائدہ اٹھارہی ہے، واقعہ یہ ہے کہ آج اس ٹیکنالوجی کی بنیاد پر تمام دنیا میں ان کا لوہا مانا جارہا ہے، ورنہ دوسری طرف ان کے ظلم وستم اور فحاشی کے مناظر دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے بقا کا جواز کھوچکے ہیں، لیکن وہ جو کام کررہے ہیں وہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی وجہ سے اللہ

نے شاید ان کو باقی رکھا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جو نافعیت کے ساتھ رہے گا وہ باقی رہے گا۔

جب تک مسلمان اپنی نافعیت کے ساتھ رہے تب تک پوری دنیا نے ان کی نافعیت کو مانا، تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے حیرت ہوتی ہے کہ مسلمان اپنی نافعیت کا کس قدر ثبوت دیتے تھے، بغداد کی تاریخ دیکھیں، وہاں ''بیمارستان'' نام سے بہت بڑا ہاسپٹل تھا، مختلف ڈپارٹمنٹ تھے، اور باقاعدہ انہیں ڈپارٹمنٹس میں ایک ڈپارٹمنٹ اس کا بھی تھا کہ لوگوں کو نفسیاتی طور پر بھی سکون فراہم کیا جاسکے، اس کے لیے باقاعدہ ان لوگوں نے کچھ ایسے افراد کو متعین کیا تھا، جو مریض کے پاس جاتے اور دور کھڑے ہوکر اجنبی بن کر اس مریض کے متعلق یوں باتیں کرتے کہ کل یہ آیا تھا تو اس کے چہرہ پر سپیدی تھی، آج تو سرخی معلوم ہورہی ہے، لگتا ہے کہ دوا صحیح کام کررہی ہے، مریض یہ سنتا تھا تو اس پر نفسیاتی اثر پڑتا تھا، اور وہ اپنے آپ کو صحت مند تصور کرتا تھا، اس کا اس کی صحت پر بڑا خوش گوار اثر پڑتا تھا، گرچہ یہ ایک بہت معمولی اور چھوٹی سی بات نظر آرہی ہے، لیکن اس کے ذریعہ سے انسانیت کی خدمت کا بہت بڑا کام ہورہا تھا، آج اس کے بالکل برخلاف نظر آتا ہے، اگر کوئی مریض رپورٹ لے کر چلا جائے اور اس میں کینسر ہو تو مریض کے منہ پر ہی کہہ

دیا جاتا ہے کہ یہ تو دو مہینے کے مہمان ہیں، یہ سن کر مریض کی صحت ایک دم سے گرنے لگتی ہے اور اس پر بہت برا نفسیاتی اثر پڑتا ہے۔

اگر ان سب اسباب پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آج انسانیت ختم ہوگئی ہے، لیکن آج بھی غیروں کے پاس دوسری ایسی چیزیں ہیں جن سے وہ فائدہ پہنچا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ باقی ہیں، لہٰذا ان حالات میں ہمارے اوپر یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے اندر افادیت پیدا کرنے کی کوشش کریں، ہمارے پاس ایمان اور اخلاق کی وہ دولت ہے کہ اگر اس دولت کو ہم تقسیم کرتے، دوسروں تک پہنچاتے تو سب سے بڑھ کر ہم نافعیت کا ثبوت پیش کر سکتے تھے، لیکن آج اس دولت کو تقسیم اس لیے نہیں کر پا رہے ہیں کہ ہم نے اس کے راستے میں اپنی بدعملی اور بدکرداری سے رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں، جن کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کی ذمہ داری

ہمارے ایک دوست کو اللہ نے ہدایت دی، ہم نے ان سے کہا: تم مسلمانوں کی آبادی میں مقیم ہو، کبھی اپنے گھر والوں کو بھی دعوت دو اور اچھے انداز سے سمجھاؤ، اس پر وہ کہنے لگے: میں اپنے والدین کے سامنے جب بھی اسلام کے متعلق گفتگو کرتا ہوں، وہ مجھے فوراً اپنے آس پاس رہنے

والے مسلمانوں کا حوالہ دیتے ہیں کہ کیا تم اس اسلام کی بات کرتے ہو؟ پھر انہوں نے بتایا کہ ہمارے محلّہ میں جو مسلمان آباد ہیں، ان کی حالت یہ ہے کہ لڑائی جھگڑے، آپس میں مقدمہ بازیاں روز کا معمول ہے، ان کے بچے نالیوں میں کود رہے ہیں، کنچے کھیل رہے ہیں، اخلاقیات سے بالکل بے گانہ ہیں، اسی لیے ہمارے والدین کہتے ہیں کہ اسلام تو انہیں چیزوں کا نام ہے، میں ہزار سمجھاتا ہوں کہ یہ اسلام نہیں ہے مگر وہ یہی کہتے ہیں کہ جو مسلمان ہیں وہی اسلام ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عملی بدکرداری کی وجہ سے آج کسی کو سمجھانا مشکل ہے، لہٰذا ہم کو اپنے اندر تبدیلی لانی ہوگی، پیام انسانیت کے کام میں سب سے پہلی بات یہی ہے کہ سب سے پہلے ہم اپنے اندر سدھار پیدا کریں، اگر خدانخواستہ ہمارے اندر زائد غصہ ہے، اپنے اوپر قابو نہیں ہے، کسی کی ہمدردی ہمارے اندر نہیں ہے، اور اسلام کا وہ اخلاقی نظام ہمارے اندر نہیں ہے جو ایک انقلابی تاثیر رکھتا ہے تو سب سے پہلے خود ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے،، ان چیزوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

اس لیے ہمیں محنت کرنی پڑے گی، ایک طرف مسلمانوں میں محنت کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور اپنے عمل سے دعوت کا نمونہ پیش کریں، اسلام کے اخلاقی نظام کا ایک نمونہ بنیں، اور دوسری

طرف جس طرح یہ نامناسب واقعات سامنے آرہے ہیں، اس سے بڑھ کر عملی طور پر ہم کو ایسی شکلیں اختیار کرنے کی ضرورت ہے جن میں اسوۂ رحمت ﷺ کی پیروی ہو اور ایسی مثالیں سامنے آئیں جن کی بنیاد پر وہ خود یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ "ایسی غلطیاں کرنے والے کچھ ہی لوگ ہوں گے مگر عام طور پر مسلمان ایسی غلطیاں نہیں کرتے، ہم مسلمانوں کو دیکھتے ہیں، وہ غریبوں، کمزوروں اور بیماروں کے کام آتے ہیں، لگتا ہے ان کا مذہب ان کو یہی سکھاتا ہے، اسی لیے مستقل ان کی ایک بڑی تعداد اس کام میں لگی ہوئی ہے"۔ یاد رہے کہ ہم جب تک اسلام کے نظام اخلاق کے مطابق، اللہ کے رسول ﷺ کی سنتوں کے مطابق اپنے اندر تبدیلی پیدا نہیں کریں گے، سماج میں اس کی مثالیں پیش کرنے کی کوشش نہیں کریں گے، اس وقت تک اس ملک میں ہم عزت کے ساتھ نہیں رہ سکتے، یہ ہمارے اوپر ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے، آپ دیکھئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی مبارک زندگی کس کام اور کس کڑھن میں گذری، آپ ﷺ کو ہمیشہ یہی فکر رہتی کہ اللہ کے بندے جہنم کے راستے کی طرف جارہے ہیں، اللہ ان کو توحید کا راستہ عطا کردے، ایمان کی دولت عطا کردے، لیکن اس ملک میں جہاں ہم آٹھ سو سال سے رہ رہے ہیں، افسوس کی بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے

ہمارے اندر دعوت کی جو اسپرٹ ہونی چاہیے وہ اب تک نہیں ہے جو کہ ہماری بہت بڑی غلطی ہے۔

شرعی نمونہ کی ضرورت

آج دنیا ہمیں انسانیت کا دشمن سمجھتی ہے، یہ سمجھتی ہے کہ مسلمانوں کا کام ہی یہ ہے کہ ان کو صرف اپنا مدرسہ اور مسجد چاہیے، ان کو دنیا اور انسانیت سے کوئی سروکار نہیں، لوگ تباہ ہورہے ہوں، قتل وغارت گری کا بازار گرم ہو، وہ سب کچھ برداشت کرنے کو تیار ہیں، کچھ بھی ہوتا رہے، حالات گذرتے رہیں، مصیبتیں آتی رہیں، ان کو کسی سے کوئی مطلب نہیں، موجودہ دور میں مسلمانوں کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں یہ ایک عجیب تصور پیدا ہوگیا ہے، ظاہر ہے کہ اگر آپ کسی کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ آپ کے لیے مفید ثابت نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ آپ کو نقصان پہنچانے والا ہے، امن وامان کو متاثر کرنے والا ہے، عافیت والی زندگی میں طوفان برپا کرنے والا ہے، تو ایسے شخص کو آپ بھی برداشت نہیں کرپاتے۔

نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج ہم اپنے طرز زندگی سے پوری دنیا میں جو نمونہ پیش کررہے ہیں وہ غیر اسلامی اور غیر شرعی نمونہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیرت طیبہ میں جو نمونہ پیش کیا تھا اس سے اس کا کوئی

جوڑ نظر نہیں آتا، ہماری حالت یہ ہے کہ بات بات پر ہم سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہو سکتے ہیں، چھوٹی چھوٹی باتوں پر انتقامی کارروائیاں کر سکتے ہیں، ظاہر ہے ہماری اس صورت حال کے بعد کون چاہے گا کہ ہم اس ملک میں اپنی تعلیمات کے ساتھ رہیں، ہر کوئی یہی خیال کرے گا کہ اگر مسلمان اس ملک میں رہیں گے تو ہم لوگ امن وامان کے ساتھ نہیں رہ سکتے، اس دور میں یہی صورت حال پیدا کی جارہی ہے، میڈیا کے ذریعہ ان باتوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جارہا ہے، اسی لیے مسلمانوں کے متعلق لوگوں کے ذہنوں کے اندر غلط فہمیاں بیٹھ گئی ہیں، جن کا نکالنا آسان نہیں ہے، جن لوگوں کا کسی بھی درجہ میں میڈیا سے تعلق ہے وہ دیکھتے ہیں کہ خاص طور پر سوشل میڈیا میں کیسی تصویریں آرہی ہیں، کیسے پروگرام آرہے ہیں، جن میں کھل کر دکھایا جارہا ہے، بچوں کو بھی دکھایا جارہا ہے، ان کے سامنے نظیریں پیش کی جارہی ہیں کہ یہ مسلمان ہمارے اور اس ملک کے دشمن ہیں، ان کو یہاں سے ختم کرنا ہے، ویڈیوز میں بندوق اور تیر چلاتے دکھایا جاتا ہے، ہندو بچوں کو یہ بات بتائی جاتی ہے کہ مسلمانوں کا یہی کام ہے، ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ہم کو بھی یہ وسائل اختیار کرنا پڑیں گے، حالانکہ وہ بے چارے یہ بھی نہیں سمجھتے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا، واقعہ یہ ہے کہ اس میں نہ مسلمانوں کا فائدہ ہے، نہ

ہندوؤں کا، اگر ایسا کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو ختم کردیں گے، تو یہ محض ایک خام خیالی ہے۔

لوگوں کی غلط فہمی

لوگوں کے ذہنوں میں کس طرح غلط فہمیاں بٹھائی جاتی ہیں، اس کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے بھی کیا جاسکتا ہے، ہمارے ایک تعلق والے نے بتایا کہ ملیح آباد لکھنؤ میں ایک مسجد تعمیر ہورہی تھی، جس کی ٹھیکیداری انہوں نے ایک ہندو کے سپرد کی تھی، جب مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی تو وہ ہندو آیا اور ان سے کہا: ''آج ہماری بہت بڑی غلط فہمی دور ہوگئی''، اس کے بعد بتایا کہ ہندوؤں میں یہ بات مشہور ہے کہ مسلمان مسجد بناتے ہوئے اس کی بنیادوں میں گائے کا خون ڈالتے ہیں، اس بات پر دوران تعمیر میں نے بہت توجہ دی، یہاں تک کہ جب میں کسی کام کے لیے کہیں باہر جاتا تو اپنی جگہ پر لوگوں کو متعین کرجاتا، اب جب مسجد مکمل تعمیر ہوگئی تو معلوم یہ ہوا کہ شاید ایسا نہیں ہوتا، اس پر ہمارے ان تعلق والے نے کہا: تم کیسی باتیں کہتے ہو؟ گائے کا خون نجس ہوتا ہے، مسجد پاک ہوتی ہے، مسجد اللہ کا گھر ہے، تمہارے ذہن میں یہ کیسی غلط فہمی بیٹھی ہے، اس نے بتایا کہ ہمارے یہاں اکثر ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہے اسی لیے میرے ذہن میں بھی یہی بات تھی۔

یہ وہ غلط فہمیاں ہیں جو ہم میں اکثر لوگ نہیں جانتے، لیکن وہ ذہنوں میں بٹھائی گئی ہیں، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ ایک قصہ سناتے تھے کہ دو دوست تھے جو ایک آفس میں کام کرتے تھے، ان میں ایک ہندو تھا دوسرا مسلمان، ایک مرتبہ مسلمان کا اپنے ہندو دوست کے یہاں جانا ہوا، اتفاق سے کھیلتے ہوئے ہندو دوست کا بچہ باہر آیا تو مسلمان نے اس کو بلایا، اور نام وغیرہ معلوم کرنے کی کوشش کی، اپنے قریب کرنا چاہا، مگر وہ لڑکا اور دور بھاگ گیا، اس پر ہندو دوست نے بھی اپنے بچہ سے کہا: بیٹا! تمہارے چچا ہیں، قریب آؤ، تو اس نے باپ کے کان میں کچھ کہا، مسلمان دوست نے معلوم کرنا چاہا کہ بچہ نے کیا کہا؟ مگر یہ دوست بچہ کے کہنے پر اس قدر شرمندہ تھے کہ بتانا مشکل تھا، جب زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ کہہ رہا ہے "مسلمان کے جیب میں چھری ہوتی ہے قریب نہیں جانا چاہیے"۔

چند روز پہلے کی بات ہے، ہمارے ایک تعلق والے نے بتایا کہ ان کا گذر کسی ایسی جگہ سے ہوا جہاں کچھ بچے کھیل رہے تھے، ان میں ایک بچہ نے ان کو دیکھ کر کہا: "مسلمان جارہے ہیں، یہ لوگ بڑے خطرناک ہوتے ہیں"، غور کرنے کی بات ہے کہ ایک چھوٹے بچہ کا کس طرح ذہن تیار کیا جارہا ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہ وہ صورت حال ہے جس سے ہم سب گذر

رہے ہیں، اگر یہی ذہن بنتے رہے اور مسلمانوں کے بارے میں غیروں کا یہی تصور رہا تو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ وہ یہ گوارہ کریں گے کہ ہم اپنے ملی تشخص کے ساتھ یہاں باقی رہیں؟ معلوم ہونا چاہیے کہ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ اگر کوئی کسی کو اپنا دشمن یا اپنے لیے خطرہ سمجھتا ہے تو پہلی فرصت میں اس خطرہ کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس ذہنیت کو تبدیل کرنے کے لیے ہمیں اپنے اندر تبدیلی لانی پڑے گی، اور اپنی نافعیت ثابت کرنی پڑے گی، بلکہ اس ملک کے لیے اپنی ضرورت کو ثابت کرنا پڑے گا۔

غلط فہمی کا ازالہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”خیر الناس من نفع الناس“ (بہتر شخص وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے) (شعب الایمان للبیھقی: ۷۶۵۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم بغیر کسی فرق اور بھید بھاؤ کے ہر ایک کے ساتھ بہتر معاملہ کرنے کی کوشش کریں، ورنہ صرف عبادات میں بلند مقام حاصل کرنے سے مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ صحیح مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ

ہوں، یہ بہت بڑی بات ہے کہ اپنے اخلاق ایسے بنائیں جائیں، اگر ہم اخلاق کا ایسا نمونہ پیش کریں گے تو بلاشبہ لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھی ہوئی غلط فہمیاں دور ہوں گی اور حالات بدلیں گے۔

کام کی ترتیب

پیام انسانیت کے کام کا سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ہم اپنے اندر سلامی اخلاق پیدا کریں، اس کے بعد اس کی جو مختلف شکلیں عمل میں لائی جارہی ہیں انہیں اختیار کریں، اس لیے کہ ان کے بہتر نتائج ہمارے سامنے موجود ہیں، ان عملی شکلوں کے اختیار کرنے سے قبل بنیادی بات یہ ہے کہ کام کی ایک ترتیب بنالی جائے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو بڑے شہر ہوں ان کو زون میں تقسیم کرلیا جائے، پھر چھوٹے شہر یا تحصیلوں میں حلقے بنالیے جائیں، اور یہ کوشش کی جائے کہ تحریک سے وابستہ افراد پیام انسانیت کے طریقہ کار میں جن پوائنٹس پر گفتگو کی گئی ہے ان کا مطالعہ کریں، اور ان پوائنٹس میں سے اپنے اپنے علاقہ میں جو کام شروع کیا جاسکتا ہو وہ شروع کردیں، پھر مشورہ کا ایک دن بھی متعین کرلیں جس میں گذشتہ ہفتہ میں جو کام ہوا ہو اس کی کارگذاری بتائی جائے اور آئندہ ہفتہ کیا کام ہونا ہے اس کی ترتیب بنائی جائے۔

پہلا کام

ان کاموں میں سب سے پہلی اور آسان بات یہ ہے کہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی جو تقریریں لٹریچر کی شکل میں مختلف زبانوں میں چھپ چکی ہیں، اپنے اپنے علاقوں میں اس لٹریچر کو پھیلانے کی کوشش کی جائے، یہ آسان کام ہے کہ ہم حضرت مولانا کی پیام انسانیت کے اسٹیج سے کی گئی تقریروں کو غیروں تک پہنچانے کی کوشش کریں، تفصیل سے اس کا طریقہ کار صفحہ نمبر ۵۲ پر دیکھ لیا جائے۔

دوسرا کام

اس کے علاوہ دوسرا بہت آسان کام یہ ہے، جس کو الحمد للہ مختلف علاقوں اور شہروں میں شروع کیا گیا ہے کہ سرکاری ہاسپٹلس میں جہاں غریب قسم کے لوگ آتے ہیں، ہم وہاں یہ کوشش کریں کہ ان کی عیادت کی جائیں، اس کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ آپ گیارہ بارہ بجے پھل لے کر جائیں، دوسرے یہ کہ آپ فجر کی نماز کے بعد عیادت کے لیے جائیں، فجر کے بعد عیادت کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ایک بڑے تھرمس میں چائے لیتے ہیں، ایک تھیلے میں بسکٹ کے پیکٹ لے لیتے ہیں، ایک وارڈ منتخب کرتے ہیں، دس آدمی جاتے ہیں، مگر ایک ساتھ ہی اندر داخل نہیں ہوتے، بلکہ

باہر کھڑے رہتے ہیں، اور ایک آدمی چائے لیتا ہے دوسرا آدمی بسکٹ اور ایک متکلم ساتھ میں ہوتا ہے، اندر پہنچتے ہیں، مریض کی عیادت کرتے ہیں، اس سے کچھ باتیں کرتے ہیں، اور اس کی خدمت میں چائے بسکٹ پیش کرتے ہیں، اور جو دو آدمی چائے بسکٹ والے ہوتے ہیں وہ بیڈ نمبر دو پر چلے جاتے ہیں، البتہ متکلم اس مریض کے پاس مزید بیٹھ کر انسانی بنیادوں پر بات کرتا ہے، یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس موقع پر کوئی مذہبی بات ہرگز نہ کی جائے، ورنہ ان کا ذہن دوسری طرف چلا جائے گا، خالص انسانی بنیادوں پر ہمدردی کی بات کی جائے، ہوسکتا ہے کہ وہ سوالات وغیرہ بھی شروع کریں کہ آپ کہاں سے آئے ہیں، اس وقت اگر آپ کو موقع مل جائے تو آپ اپنی بات پیش کریں، ادھر جو لوگ باہر کھڑے ہیں، ان میں سے ایک آدمی اندر آجائے اور اُن دونوں چائے بسکٹ والوں کے ساتھ وہ دوسرا باہر سے آیا ہوا شخص بیڈ نمبر دو پر متکلم بن جائے، پھر اسی طرح آخر تک ترتیب کے ساتھ سلسلہ چلتا رہے، اس طرح وقت بھی کم لگتا ہے اور کام بھی زیادہ ہوجاتا ہے۔

کام کے نتائج

اللہ کا شکر ہے لکھنؤ میں اس کے بہت اچھے نتائج سامنے آئے، بلرام

پور ہاسپٹل میں کام شروع ہوا تو وہاں کے پورے اسپتال کا عملہ متاثر ہوا اور مانوس بھی ہوا، یہاں تک کہ اب وہاں کے بڑے بڑے ڈاکٹر بھی اس کام میں شریک ہوتے ہیں، اللہ کا شکر ہے بعض ایسے واقعات بھی سامنے آئے جس سے بہت اچھا نتیجہ معلوم ہوتا ہے، ایک مرتبہ ہمارے ندوہ کے ایک ڈاڑھی والے طالب علم نے کی کسی سوامی کی خدمت کی، چائے میں بسکٹ ڈبو کر اس کو کھلایا، اتفاق سے ہائی کورٹ کے کوئی وکیل دور سے دیکھ رہے تھے، جب وہ طالب علم وہاں سے چلا گیا تو وہ وکیل سوامی کے پاس پہنچے اور کہا: سوامی صاحب! آپ نے کمال کر دیا ایک ڈاڑھی والے مولوی کے ہاتھ سے آپ بسکٹ کھا رہے تھے؟ سوامی نے ان کو بتایا کہ شاید آپ نہیں جانتے یہ بڑے اچھے لوگ ہیں، انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں، پھر اس سوامی نے ایسا تعارف کرایا کہ اس وکیل پر بھی اچھا اثر پڑا، یہاں تک کہ اس وکیل نے اس طالب علم کا فون نمبر حاصل کر کے فون کیا، اور اپنے تاثر کا اظہار کیا۔

یہ بھی حال ہی کا واقعہ ہے کہ اس وقت کے ایک اہم مرکزی وزیر کے رشتہ دار ہاسپٹل میں داخل تھے، اتفاقاً اس وزیر کا لڑکا ہاسپٹل میں دورہ پر آ گیا وہاں اس نے عمامہ باندھے ایک کارکن کو دیکھا کہ وہ خدمت کر رہے ہیں، اس نے فوراً کہا کہ یہ ملا یہاں کیا کر رہا ہے؟ اس پر وہاں

کے ہیڈ نے اس کو بتایا کہ یہ بہت اچھا کام کررہے ہیں، خود ہی ان کو پیام انسانیت کا تعارف کرایا، اور بتایا کہ یہاں جو بھی خدمت کے لیے آتے ہیں ان کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے مگر ان کا سوائے انسانیت کی خدمت کے کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے، غرض کہ ایسا تعارف کرایا کہ اس نے بھی کہا کہ یہ تو بہت اچھا کام ہے، آپ ہمیں اس کام میں شریک کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ ملک کے موجودہ حالات کا اسی طرح مقابلہ کیا جاسکتا ہے، اس طرح کے متعدد واقعات موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسانیت کی خدمت کا کام کیا جائے تو حالات بآسانی نارمل ہوسکتے ہیں۔

ہاسپٹلس میں کام کرنے میں یہ خیال رہے کہ جب بھی جانا ہو اجازت لے کر جائیں، پہلے مرحلہ میں یہ ہوسکتا ہے کہ آپ جو چیزیں لے جائیں وہ پیک ہونے کی شرط ہو، اور یہ بھی شرط ہو کہ اگر چائے بنانا ہے تو ہمارے سامنے ہی تیار کی جائے، کیونکہ انتظامیہ کو زہر وغیرہ کا شک رہتا ہے، لیکن بعد میں اعتماد کی بنیاد پر اجازت مل جاتی ہے، لہٰذا یہ بھی یاد رہے کہ ایسی کوئی حرکت سرزد نہ ہو جس سے ان کے اعتماد کو بھی ٹھیس پہنچے، ہم وہی طریقہ کار اختیار کریں جو مفید ہو۔

ملک کے موجودہ حالات میں یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ اگر اس کو

بڑے پیمانہ پر اختیار کیا جائے تو ان شاء اللہ اس کے اچھے نتائج کی امید ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو اس کی طرف توجہ دلائی جائے اور ان کے سامنے طریقہ کار واضح کیا جائے تا کہ کام میں آسانی ہو، طریقہ کار کی تفصیلات آگے درج کی جاتی ہیں۔

طریقۂ کارودائرۂ کار

پہلی بات

پہلی بات جو اس سلسلہ میں بہت ضروری ہے اور گزشتہ مضمون میں تفصیل سے وہ بات آچکی ہے وہ یہ ہے کہ انسانیت کا سبق سب سے پہلے اپنی ذات کو دیا جائے اور اپنی بے اعتدالیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے، لوگوں کے ساتھ بلاتفریق مذہب وملت اچھے اخلاق کا برتاؤ کیا جائے، مزاج میں نرمی پیدا کی جائے، اور انسانیت کا ایک اچھا نمونہ پیش کیا جائے، اور ہر حال میں اس کا لحاظ رکھا جائے، خاص طور پر سفروں میں بہتر اخلاق پیش کرنے کی کوشش کی جائے۔

اب ذیل میں نمبر وار ان کاموں کی تفصیلات بیان کی جارہی ہیں، جن کے الحمدللہ مختلف علاقوں میں اچھے نتائج سامنے آئے:

(۱) لٹریچر کی تقسیم

لٹریچر کی تقسیم کا کام بہت اہم اور مستقل کرنے کا ہے، اہم لوگوں میں لٹریچر پہنچانے کی کوشش کی جائے، اوران کے سامنے کام کا تعارف کرایا جائے، پھران سے مستقل رابطہ رکھنے کی کوشش کی جائے تا کہ اس سلسلہ کے دوسرے کاموں میں وہ معاون ہوسکیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی پیام انسانیت کی تقریریں اس سلسلہ میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے، مختلف زبانوں میں ان کی اشاعت ہوئی ہے، اپنے اپنے علاقوں میں یہ لٹریچر فراہم کیا جائے بہتر ہے کہ مختلف علاقوں میں ان کو شائع بھی کیا جائے۔

طریقہ کار

☆ ہر علاقہ کے اہم لوگوں کی فہرست تیار کرلی جائے، جس میں ہر شعبہ زندگی کے لوگ ہوں جیسے:

(۱) تعلیمی اداروں سے وابستہ حضرات (۲) انتظامیہ اور پولیس کے لوگ (۳) میڈیکل لائن کے لوگ (۴) رفاہی کاموں کی سرپرستی کرنے

والے(۵) بڑے آفیسرس اور تجار (۶) اہم سیاسی لوگ۔

☆بہتر ہے کہ جس شعبہ زندگی کے لوگوں کو لٹریچر تقسیم کرنا ہے، تقسیم کرنے والے بھی اسی شعبہ سے تعلق رکھتے ہوں، یا اسی سطح کے ہوں، ہفتہ واری مشورہ میں یہ بات رکھی جائے اور ذمہ داریاں تقسیم کی جائیں۔

☆تقسیم کرنے والوں کے لیے کسی درجہ ضروری ہے کہ وہ لٹریچر پہلے خود بھی مطالعہ کرلیں تاکہ اگر کوئی بات پوچھی جائے تو وہ جواب دے سکیں۔

☆لٹریچر کے ساتھ فیڈ بیک فارم بھی دیئے جائیں تو بہتر ہے تاکہ وہ مطالعہ کے بعد اس پر اپنی رائے تحریر کریں۔

☆فیڈ بیک فارم کچھ وقت کے بعد حاصل کرلیے جائیں، اور اس پر دی گئی رائے کی روشنی میں روابط بڑھائے جائیں اور پیام انسانیت کے کام میں ان کو بھی کسی نہ کسی حیثیت سے شریک کرنے کی کوشش کی جائے۔

☆کوشش کی جائے کہ سفروں میں پیام انسانیت کا لٹریچر بھی ساتھ رکھیں، اور موقع پاکر لوگوں کو مطالعہ کے لیے دیں، اس کی ایک آسان شکل یہ ہے کہ خود نکال کر پڑھنے لگیں اس سے اکثر دوسروں کو جستجو ہوتی ہے اور پھر دینا آسان ہوجاتا ہے۔

☆یہ لٹریچر ہیڈ آفس سے قیمت دے کر منگوائے جائیں تو بہتر ہے

اور اگر خود اپنی یونٹ سے شائع کر لیے جائیں تو زیادہ بہتر ہے، البتہ تھوڑی تعداد میں یہ لٹریچر ہیڈ آفس سے مفت بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

(۲) اسپتالوں میں ملاقاتیں

انسانی ہمدردی اور طبی خدمات میں ایک اہم شعبہ مریضوں سے ملاقاتوں کا ہے، یہ ملاقاتیں سرکاری وغیر سرکاری اسپتالوں میں کی جائیں گی۔

طریقۂ کار

اس کی دو شکلیں ہیں جن میں ایک شکل آسان ہے اور اس سے کام کا آغاز کیا جاسکتا ہے:

(۱) پہلی شکل یہ ہے کہ فجر کے بعد چائے بسکٹ وغیرہ لے کر مریضوں کی عیادت کی جائے، اور چائے بسکٹ سے ان کی اور ان کے تیمارداروں کی انسانی بنیادوں پر خدمت کی جائے۔

(۲) دوسری شکل یہ ہے کہ ملاقات کے لیے جانے سے قبل ساتھ میں کچھ پھل، پانی کی بوتل، یا ضرورت کی دوسری چیزیں لے لی جائیں اور

دن کے کسی وقت بھی مریضوں کی عیادت کی جائے، عصر بعد یا 11 بجے کے آس پاس کا وقت اس کے لیے مناسب ہوگا۔

دونوں شکلوں میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال ضرور رکھا جائے:

☆مشترک (یعنی خالص دینی وغیر دینی) افراد کی ایک مختصر ٹیم تیار کی جائے۔

☆ ہاسپٹل کے ذمہ دار (CMO) سے ملاقات کی جائے اور تحریک کا تعارف کراکے ان سے مریضوں کی عیادت کی اجازت لی جائے۔

☆ پہلے مریض کے تیمارداروں سے مل کر حال خیریت اور ان کی ضروریات دریافت کی جائیں۔

☆ تیمارداروں کے مانوس ہونے کے بعد انھیں پیام انسایت کا لٹریچر دیا جائے۔

☆ مریض سے حال خیریت پوچھ کر اچھے انداز میں تسلی دی جائے اور صحت یابی کی دعا کی جائے

☆ مریض کو ہسپتال میں کسی قسم کی دشواری ہو تو اس کے حل کرنے کوشش کی جائے۔

☆ علاج میں کوئی رکاوٹ آرہی ہو تو اس کو دور کیا جائے۔

☆ ملاقاتوں کا سلسلہ وقفہ وقفہ سے قائم رہے۔

(۳) اسکولوں میں پروگرام

معاشرہ کی تعمیر وترقی میں طلباء کا بنیادی کردار ہے، ابتداء ہی سے ان کی ذہن سازی کرنا اورانسانی خدمات کے لیے ان کو تیار کرنا ایک اہم ذمہ داری ہے، اور یہ کام مختلف پروگراموں، ملاقاتوں اور متنوع تعاون کے ذریعہ ذریعہ آسان بنایا جاسکتا ہے۔

طریقۂ کار

☆ اسکول کے ذمہ داروں (پرنسپل، مینیجر، ٹرسٹی وغیرہ) سے ملاقات کرکے تحریک کا تعارف اوراس کے مقاصد بتلائے جائیں، مطالعہ کے لیے تحریک کا لٹریچر بھی دیا جائے۔

☆ اساتذہ اور دیگر ملازمین سے ملاقاتیں کی جائیں۔

☆ اجازت کے بعد طلباء سے گفتگو کی جائے۔

☆ طلباء کے مابین مختلف ثقافتی پروگرام کا انعقاد کرایا جائے۔

☆ غریب محتاج طلباء کی تفصیلات معلوم کرکے ان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کیا جائے، مثلاً: کاپی کتاب، ڈریس، فیس وغیرہ۔

☆ممکن ہوتو نادار طلباء کے لیے ماہانہ یا سالانہ وظائف کا بھی نظم کیا جائے۔

☆اساتذہ وطلباء کو تحریک کے مختلف پروگراموں میں شرکت کے لیے آمادہ کیا جائے۔

(۴) اولڈ ایج ہوم (Old Age Home)

کمزوروں کے لیے ایسے گھروں کا رواج بڑھتا جارہا ہے، یہ بوڑھے لوگ ہمدردی کے مستحق ہوتے ہیں، اس لیے ان سے ملاقات اور ہمدردی کی کوشش کی جائے۔

طریقہ کار

☆ذمہ دار سے مل کر پہلے اجازت حاصل کی جائے۔

☆کچھ پھل وغیرہ لے جاکر ان سے ملاقاتیں کی جائیں، اوران کی ضرورتوں کو سمجھا جائے۔

☆کبھی کبھی ڈاکٹروں کو لے جاکر ان کے لیے دوا وعلاج کا بھی نظام کیا جائے۔

(۵) غرباء ومحتاجوں کی امداد

آس پاس رہنے والوں کا خیال رکھا جائے اور ان میں جو ضرورت مند ہوں ان کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کی جائے۔

طریقہ کار

☆ پہلے مرحلہ میں سروے کیا جائے اور غریبوں اور ضرورت مندوں کی ایک فہرست بنالی جائے۔

☆ ان کی ضرورت کے اعتبار سے ان کی مدد کی جائے، کبھی راشن سے، کبھی سردی کے سامان سے، کبھی دوا علاج سے یا اور کسی ذریعہ سے۔

(۶) کارنر میٹنگ (Corner Meetings)

کارنر میٹنگ کے ذریعہ افراد سازی کا کام ہوتا ہے، مختلف ملاقاتوں کے ذریعہ مناسبت پیدا ہوتی ہے، صلاحیتوں کا علم ہوتا اور خدمت انسانی کے جذبہ سے واقفیت حاصل ہوتی ہے جس کے بعد مختلف شعبوں میں افراد تیار ہوتے ہیں اور کام میں مدد ملتی ہے۔

طریقۂ کار

☆ کارکنوں کے مشورہ سے ایسے افراد کا انتخاب کیا جائے جن کے اندر انسانیت کی فکر ہو، معاشرہ کی برائیوں سے کڑھن ہو، اور وہ کسی بھی میدان میں وہ مثبت فکر کے حامل ہوں۔

☆ ان میں سے ایک ایک فرد اپنے متعدد دوستوں سے ایک ایک کو کسی ایک جگہ پر اکٹھا کرلیں۔

☆ میٹنگ کسی بھی دکان یا مکان میں رکھ لی جائے۔

☆ میٹنگ میں خدمت انسانیت اور معاشرتی خرابیوں پر گفتگو کی جائے۔

☆ گفتگو میں کسی بھی طرح کی جذبایت یا مذہبیت کا اظہار نہ ہو۔

☆ میٹنگ میں شریک ہونے والوں کو بات کرنے کا زیادہ موقع دیا جائے اوران کی باتوں کو پوائینٹ وائز نوٹ کیا جائے۔

☆ جب کام سے ساتھی متفق ہوں تو اگلے کام کی کوئی آسان شکل رکھی جائے اوران کو کام میں شریک کیا جائے۔

☆ جو جس شعبہ سے وابستہ ہے اس کو اسی شعبہ میں ذمہ داری دی جائے۔

☆ اس طرح کی میٹنگیں بار بار کی جاتی رہیں اور ان میں طویل وقفے نہ ہوں۔

☆ میٹنگ کے بعد فون کے ذریعہ رابطہ مسلسل قائم رہے۔

☆ میٹنگ میں جو امور طے ہوں وہ کسی ڈائری میں نوٹ کر لیے جائیں اور اخیر میں پوری رپورٹ بھی سنادی جائے۔

☆ اختتام پر شکریہ ادا کیا جائے، ناشتہ وغیرہ کا نظم ہو تو بہتر ہے۔

☆ رخصت ہوتے وقت تحفہ کے طور پر پیام انسانیت کے لٹریچر ضرور دیے جائیں۔

(۷) میڈیکل کیمپ (Medical Camp)

خدمت خلق کا سب سے مؤثر اور حساس شعبہ طبی خدمات کا ہے، لیکن آج سب سے زیادہ کرپشن اسی شعبہ میں نظر آتا ہے، اور معاشرہ کا غریب طبقہ خاص کر اس کا شکار ہے، معمولی معمولی بیماریوں کے علاج اس قدر مہنگے ہو چکے ہیں کہ عام آدمی ان کا تحمل نہیں کر پاتا، اس پر فرضی جانچ اور نقلی دواؤں کا بوجھ الگ ہے۔ تحریک پیام انسانیت کے مقاصد میں یہ بھی شامل ہے کہ سماج کے اس پسماندہ طبقہ کا مفت علاج کرایا جائے اور اس

سلسلہ میں ان کی صحیح رہنمائی کی جائے۔

طریقۂ کار

☆ تحریک پیام انسانیت میں ایسے افراد کو خصوصی طور پر شامل کیا جائے جو اس سلسلہ میں اپنی خدمات دے سکتے ہوں، جیسے بنیادی طور پر ڈاکٹرز، میڈیکل اسٹور یا فارمیسی کے ذمہ دار، یا وہ حضرات جن کی کیمپ میں ضرورت پڑسکتی ہے۔

☆ کیمپ کے لیے معاون افراد، تحریک کے مختلف پروگراموں کے توسط سے ملیں گے، تحریک کے تعارف کے بعد ان کو اعتماد میں لینا ضروری ہے، اس کی ایک مثبت شکل تحریک کے لٹریچرس کی فراہمی اور ذاتی ملاقاتیں ہیں۔

☆ سب سے پہلے ایک جائزہ ٹیم بنائی جائے جو مختلف علاقوں کا دورہ کر کے ایسے علاقہ کی نشاندہی کرے جہاں کے لوگ پسماندہ ہوں اور انھیں طبی امداد کی ضرورت ہے۔

☆ گاؤں کے پردھان یا علاقہ کے ذمہ دار سے مل کر تحریک کے مقاصد بیان کیے جائیں اور ان سے کیمپ کی اجازت لی جائے۔

☆ ضرورت پڑنے پر انتظامیہ سے تحریری اجازت بھی لی جاسکتی ہے۔

☆کیمپ کی تشہیر کی جائے، جس کے لیے اعلان کرایا جاسکتا ہے، پمفلٹ بانٹے جاسکتے ہیں، پوسٹر لگائے جاسکتے ہیں، لاؤڈاسپیکر کا استعمال کیا جاسکتا ہے، ان کے علاوہ حسب ضرورت دوسرے طریقے بھی اختیار کیے جاسکتے ہیں۔

☆اعلان میں تاریخ، وقت اور جگہ کی پوری طرح وضاحت ہو اور وقت سے پہلے ٹیم وہاں پہنچ جائے۔

☆کیمپ کسی پبلک جگہ پر لگایا جائے اور بلا تفریق لوگوں سے ملاقاتیں کی جائیں۔

☆ مناسب ہوگا کہ کسی طرح کی کوئی فیس نہ رکھی جائے، لیکن اگر پرچہ بنانے کی معمولی فیس لی جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

☆کسی سرکاری عہدیدار کو خصوصی مہمان بنایا جاسکتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس کا تعلق میڈیکل شعبہ سے ہو۔

☆نسخہ لکھنے کے لیے تحریک پیام انسانیت کا لیٹر ہیڈ استعمال کیا جائے۔

☆جو مریض کیمپ تک نہیں آسکتے ان کو کیمپ تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ضرورت پڑنے پر گھروں کا دورہ بھی کیا جائے اور لوگوں سے معلوم بھی کر لیا جائے۔

☆ سخت بیماریوں میں مبتلا مریضوں سے بعد میں بھی رابطہ رکھا جائے اور مناسب اسپتالوں میں ان کے علاج کے لیے تدبیر کی جائے۔

☆ دوا کے ساتھ پیام انسانیت کے لٹریچر بھی دیے جاسکتے ہیں، خاص طور پر ایک صفحہ کا تعارفی نوٹ اور رجسٹریشن فارم ضرور دیا جائے۔

☆ مریضوں کے جمع ہونے کے بعد پیام انسایت کا تعارف اور اس کے مقاصد بیان کیے جاسکتے ہیں اگر اس کا موقع ہو، خیال رہے کہ پروگرام زیادہ لمبے نہ ہوں، اس کے علاوہ مریض کے تیمارداروں سے الگ الگ گفتگو بھی کی جاسکتی ہے۔

☆ کیمپ ختم ہونے پر علاقہ کے خصوصی معاونین کا شکریہ ادا کیا جائے اور ان کو تحریک سے وابستہ ہونے کی دعوت دی جائے۔

☆ مریضوں اور معاونین سے مستقل رابطہ کی شکل اختیار کی جائے۔

☆ کیمپ میں شریک ذمہ دار سے تحریری سرٹیفکٹ بھی لینا مناسب ہوگا، اس سے آگے کام میں آسانی ہوگی۔

☆ تشہیر کے لیے میڈیا اور سوشل میڈیا کا تعاون مفید ہوگا، خاص کر پروگرام کے بعد کی رپورٹ جس میں مریضوں اور ذمہ داروں کے تاثرات کو اہمیت دی گئی ہو۔

ایمبولنس

میڈیکل شعبہ کو فعال اور مزید مؤثر بنانے میں ایمبولنس کا اہم رول ہے، لیکن تحریک کے پاس کوئی فنڈ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی عمومی فراہمی دشوار ہے، البتہ تحریک سے وابستہ افراد اپنے علاقہ کے اہل خیر حضرات کے تعاون سے یہ ضرورت پوری کر سکتے ہیں، یہ ایک بہت بڑی انسانی خدمت بھی ہے اور صدقہ جاریہ کا اہم وسیلہ بھی۔

(۸) مقابلہ مضمون نگاری

(Essay Writting Competition)

ذہن سازی کا بنیادی کام اسکولوں اور کالجز سے ہوتا ہے، آج اسکولوں میں جو نصاب پڑھایا جا رہا ہے اس کے ذریعہ سے معاشرہ میں نفرت پھیل رہی ہے، اور ملک ہی ملک میں رہنے والے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان خلیج بڑھتی جارہی ہے، اس منفی سوچ کو بدلنے کی ضرورت ہے تاکہ ملک انسانیت کی بنیاد پر مضبوط ہو اور عالم انسانیت کی قیادت کر سکے، اس ذہنیت کو بدلنے کے لیے یہ مسابقہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے، اس کے ذریعہ اساتذہ وطلباء سے ملاقاتیں ممکن ہوتی ہیں، اور تبادلۂ

خیال کے راستہ سے صحیح بات کی تفہیم میں آسانی ہوتی ہے۔

طریقۂ کار

موضوع کا انتخاب: کسی عام سماجی کو موضوع کا انتخاب کیا جائے، عام طور پر ایسا موضوع منتخب کیا جائے جس پر تحریک پیام انسانیت کا لٹریچر موجود ہو۔تا کہ موضوع کو سمجھنا اور اس پر مضمون کی تیاری کرنا آسان ہو۔

☆ یہ انعامی مسابقہ ہوگا جس میں بلا تفریق مذہب عقائد وجنس سبھی شریک ہو سکتے ہیں، بہتر ہے کالجز کے طلباء اور اسکولوں میں سے ہائی اسکول پاس طلبہ اس میں شریک کیے جائیں۔

پروگرام کی تیاری

☆ خیال رہے کہ پرورگرام کی تیاری ہی اصل میدان ہے، اسی کے ذریعہ ملاقاتیں ہوں گی ، ذہن سازی ہوگی ، اور خدمت خلق کے لیے افراد تیار کیے جائیں گے۔

☆ اسکول وکالجز کے ذمہ داروں سے مل کر پہلے ان کے سامنے تحریک کا تعارف کرایا جائے، اوران سے پروگرام کی اجازت حاصل کی جائے۔

☆ اسکول کے ذمہ داروں سے اجازت ملنے کے بعد طلباء سے ملاقاتیں کی جائیں اور تحریک کے مقاصد اور مقابلۂ مضمون نگاری کے

متعلق معلومات دی جائیں، اوراس کام میں وہاں پہلے سے زیر تعلیم تعلق رکھنے والے طلبہ یا اساتذہ سے مدد لی جائے۔

☆ مسابقہ میں شرکت کے لیے ایک رجسٹریشن فارم ہوگا جسے طالب علم خود پُر کرے گا۔اس فارم کے کے ذریعہ رجسٹریشن مکمل ہوگا۔

☆ رجسٹریشن کے ساتھ موضوع سے متعلق لٹریچر دیے جائیں تا کہ شریک مقابلہ اس کی روشنی میں مضمون تیار کر سکے۔

☆ کوشش کی جائے کہ مقابلہ میں شرکت کرنے والے برادران وطن ہی ہوں۔

☆ مضمون جمع کرنے کی آخری تاریخوں سے قبل ہر ایک سے رابطہ کی کوشش کر کے ان کو شرکت پر آمادہ کیا جائے، اور مناسب رہنمائی بھی کی جائے، یاددہانی کا ایک بہتر طریقہ SMS ہے۔

☆ مضامین انگریزی میں یا ہندی میں یا مقامی زبان میں ہوں۔

☆ اول، دوم، سوم انعام کے علاوہ کچھ تشجیعی انعامات (Top 10/20) انعامات بھی دیئے جائیں، اور تمام طلبہ کو سرٹیفکٹ بھی دیئے جائیں۔

نتائج کا اعلان

نتائج کا اعلان پیام انسانیت کے اجلاس عام میں کیا جائے گا، جس میں عوام کے ساتھ زیادہ تعداد میں اساتذہ وطلباء کو شریک کرنے کی کوشش کی جائے۔

☆ جلسہ کے لیے قانونی خانہ پوری ضرور کر لی جائے۔

☆ مختلف طریقوں سے جلسہ کی تشہیر کی جائے، خصوصی ملاقاتیں بھی کی جائیں، جلسہ میں سماج کے کسی بھی طبقہ کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

☆ مضامین چیک کرنے کے لیے ایسے افراد ہوں جو تحریک کے مقاصد سے واقف ہوں۔

☆ انعام کے لیے ایسے طلباء کا انتخاب ہو جن کا مضمون بھی بہترین ہو اور ان کے اندر انسانیت کی فکر اور خدمت خلق کا جذبہ بھی نمایاں ہو۔

اسٹیج

اسٹیج پر مکمل کنٹرول تحریک کے نمائندہ کا ہوگا، اسٹیج پر شہر کی سماجی اور تعلیمی شخصیات کو بٹھایا جائے، استقبال میں گلدستہ پیش کیے جاسکتے ہیں، البتہ خطاب کے لیے ایسے افراد انتخاب کا کیا جائے جن کے بارے میں موضوع پر ہی گفتگو کرنے کا اطمینان ہو، اس کے لیے پروگرام سے قبل

ان سے ملاقاتیں کی جائیں اور تحریک کا لٹریچر دے کر ان کے سامنے موضوع کی وضاحت کردی جائے۔

☆ پروگرام سے متعلق ایک ''فیڈ بیک'' فارم ہوگا، دوران اجلاس اس کو تقسیم کیا جائے اور اختتام سے قبل اس کو جمع کرالیا جائے۔

☆ فیڈ بیک کی روشنی میں افراد کا انتخاب کیا جائے گا اور ان کے ساتھ ''کارنر میٹنگیں'' ہوں گی۔

(۹) تقریری مقابلے

(Speech Competition)

تحریری مقابلوں کی طرح تقریری مقابلے بھی بہت مفید ہیں، ابھی اورنگ آباد میں بیس سے زائد کالجوں میں یہ پروگرام منعقد کیے گئے اور طلبہ نے انسانیت کے موضوع پر بڑے جوش وخروش سے برجستہ تقریریں کیں، اس کے اچھے نتائج سامنے آئے۔

طریقہ کار

☆ اس کے لیے کام کرنے والے افراد کے ساتھ ایسے افراد کی بھی

ضرورت ہے جو مختلف پروگراموں میں حکم کے فرائض بہتر طریقہ پرانجام دے سکیں۔

☆ مختلف کالجوں کے پرگرام کے بعد ہر کالج کے اول/دوم/سوم آنے والے طلباء فائنل مقابلہ منعقد ہوگا۔

☆ اس کے بعد تقسیم انعامات کا پروگرام اسی ترتیب پر ہوگا جس طرح تحریری مقابلہ جاتی پروگرام ہوتا ہے۔

(۱۰) کیریئر گائڈینس

(Career Guidance)

ایک بڑی تعداد ایسے طلبا کی بھی ہے جن کے اندر صلاحیتیں تو موجود ہیں لیکن صحیح رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے ذہنی تناؤ کا شکار ہیں، اور انھیں اپنا مستقبل ضائع ہوتے نظر آتا ہے، ہمارا مقصد ان کی صحیح رہنمائی کرنا ہے تا کہ وہ کامیاب انسان اور اچھے شہری بن سکیں۔

طریقہ کار

☆ فیڈ بیک کی روشنی میں کارکنوں کی اطلاعات کے مطابق ایسے طلباء کا انتخاب کیا جائے جو مناسب گائیڈینس نہ ملنے کی وجہ سے ذہنی

انتشار کا شکار ہیں۔

☆ فون یا ملاقات کے ذریعہ ان کی ایک میٹنگ رکھی جائے۔

☆ تعلیمی میدان میں ماہرین سے رابطہ کر کے انھیں تحریک کے مقاصد سے واقف کرایا جائے اور رہنمائی کے لیے انھیں میٹنگ میں شرکت کی دعوت دی جائے۔

☆ میٹنگ میں کوئی ایسا شخص ضرور ہو جو تعلیم کے مختلف میدانوں میں واقفیت رکھتا ہو۔

☆ ہر طالب علم کے نام کا کھاتہ رجسٹر میں درج ہو جس میں اس کے مسائل اور حل کی سلسلہ کی تفصیلات موجود ہوں۔

☆ ہر طالب علم کو پورا وقت دیا جائے اور اس کے مسائل کو ترتیب سے (Point-vise) پوئنٹ وائز نوٹ کیا جائے۔

☆ جن مسائل کا حل فوری طور پر موجود نہ ہو ان کو نوٹ کر کے ماہرین سے رابطہ کیا جائے اور پھر اگلی میٹنگ میں یا فون یا ملاقات کے ذریعہ طالب علم کی رہنمائی کی جائے۔

☆ تعلیم کے سلسلہ میں سرکار کی بھی بہت سی اسکیمیں ہیں، میٹنگ سے قبل ان کی معلومات حاصل کر لی جائیں اور اس سلسلہ کی ہر ممکن رہنمائی کی جائے۔

☆ میٹنگ کے اختتام میں اگلی میٹنگ کا وقت اور اس کی جگہ متعین کرلی جائے۔

☆ اختتام پر شکریہ ادا کیا جائے، ناشتہ وغیرہ کا نظم ہو تو بہتر ہے۔

☆ رخصت ہوتے وقت تحفہ کے طور پر پیام انسانیت کے لٹریچر ضرور دیے جائیں۔

(۱۱) جیلوں میں پروگرام

انسانی معاشرہ میں جیلوں کی بڑی اہمیت ہے،جیلوں میں عام طور پر ایسے مجرم ہوتے ہیں جو انسانیت سے ناواقف بلکہ انسانیت کے دشمن ہوتے ہیں اور بسا اوقات ایسے بے گناہ بھی ہوتے ہیں جو انسانوں کی حیوانیت کا شکار ہوتے ہیں،اس لیے اس طبقہ کو سب سے زیادہ پیام انسانیت کی ضرورت ہے۔

طریقۂ کار

☆ جیل کے ذمہ دار سے مل کر تحریک پیام انسانیت کا تعارف کرایا جائے اور پیام انسانیت کا لٹریچر دے کر انھیں اپنے مقاصد بتلائے جائیں اور کام کی اجازت لی جائے۔

☆جیل میں آنے جانے کے اوقات اور اصول وضوابط کا خیال رکھیں۔

☆جیل میں کھلی چیزیں لے کر جانا ممنوع ہے اس کا خیال رکھیں۔

☆پرگرام کے بعد قیدیوں کے لیے کچھ ناشتہ کا نظم بھی کیا جاسکتا ہے، ناشتہ کی چیزیں باہر سے بھی لائی جاسکتی ہیں اور اندر بھی بنوائی جاسکتی ہیں، جیلر کے مشورے سے عمل کریں۔

☆کسی بھی قیدی سے خصوصی ملاقات بالکل نہ کریں۔

☆کسی بھی قیدی سے متعلق نہ کوئی معلومات حاصل کریں اور نہ حال خیریت دریافت کریں۔

☆کسی بھی قیدی کے لیے خبر رسانی یا کوئی دوسرا تعاون بالکل نہ کریں۔

☆خیال رہے کہ جیل کے ضابطہ کے تحت جیل کے قیدی آپ کی باتوں کو سننے کے پابند ہیں، لیکن آپ کی باتوں سے انھیں جبر واکراہ کا احساس نہ ہونے پائے، اس لیے باتیں عام اسلوب میں ہوں، ان کی سطح کے لحاظ سے ہوں اور متعین وقت سے زیادہ نہ ہو۔

☆تحریک پیام انسانیت کی جانب سے جیلر کو اعزازی ایوارڈ بھی دیا جاسکتا ہے۔

(۱۴) اجلاس عام

اجلاس عام کے ذریعہ مختلف طبقوں سے رابطہ کرنا اور ان تک انسانیت کا پیغام پہنچانا آسان ہوتا ہے، اور جب مختلف مذاہب اور مختلف طبقوں کے رہنماؤں اور ذمہ داروں کی طرف سے انسانیت کی بات کہی جاتی ہے تو عوام اسے سنجیدگی سے لیتے ہیں اور پورے علاقہ میں اور بسا اوقات پورے ملک میں اس کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ تحریک کا آغاز انہی پبلک جلسوں سے ہوا تھا جن کی وجہ سے حالات بہت جلد اور بڑی حد تک نارمل ہوئے تھے۔

طریقہ کار

☆ جلسہ کے لیے ایسے علاقوں کو ترجیح دی جائے جہاں حالات کشیدہ ہوں اور مذہبی منافرت کو فروغ دیا جارہا ہو، تاکہ لوگوں کو انسانیت کا درس ملے اور انھیں احساس ہو کہ وہ بھی انسان ہی ہیں۔

☆ انتظامیہ سے تحریری طور پر جلسہ کی اجازت حاصل کی جائے۔

☆ جلسہ میں غیر مسلموں کو زیادہ سے زیادہ جوڑنے کی کوشش کی جائے کیونکہ مسلمانوں کے لیے ''اصلاح معاشرہ'' کے عنوان سے اور دیگر مناسبتوں سے پرگرام کا انعقاد کیا جاتا رہتا ہے۔

☆ جلسہ کی تشہیر کے لیے ہر ممکن وسائل کا استعمال کی جائے۔ جس کے لیے خصوصی طور پر الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کا تعاون لیا جائے۔

☆ جلسہ کی نوعیت کے اعتبار سے ''پریس کانفرنس'' بھی کی جاسکتی ہے۔

☆ خصوصی ملاقاتوں کو اہمیت دی جائے اور کس بھی طرح کا اقتیاز نہ برتا جائے۔

☆ جلسہ میں خطاب کے لیے مذہبی رہنماؤں سے وقت لیا جائے، انھیں تحریک کا لٹریچر دے کر صراحت سے موضوع کا پابند بنایا جایا۔

☆ انتظامیہ کو خصوصی طور پر مدعو کیا جائے او مہمان خصوصی کے طور پر ان کو شریک کیا جاسکتا ہے۔

☆ جلسہ میں مقررین کا انتخاب تحریک کے ذمہ داروں کے مشورے سے ہی ہوگا۔

☆ اسٹیج پر کسی بھی سیاسی لیڈر کو بٹھانے یا اس سے تقریر کروانے سے احتراز ہی بہتر ہے۔

☆ جلسہ میں کسی بھی طرح کی مذہبی رسم نہ ادا کی جائے۔

☆ جلسہ پر کسی بھی طرح کی سیاسی چھاپ نہ پڑنے پائے، اس کے لیے مناسب طریقہ یہ ہے کہ سیاست سے جڑے ہوئے افراد کو اسٹیج کی

ذمہ داری نہ دی جائے اوران کے ساتھ کسی بھی طرح کا امتیازی سلوک نہ کیا جائے۔

☆ پروگرام کی آڈیو یا ویڈیو رکارڈنگ کو ممکن بنایا جائے۔

☆ جلسہ گاہ میں مردوں اور عورتوں کی نشستیں الگ الگ ہوں۔

☆ جلسہ گاہ میں پانی اور استنجاء کی جگہ کا معقول نظم ہو۔

نوٹ: جلسہ کے لیے دعوت نامہ، ہورڈنگ، بینر وغیرہ کی نمونہ کاپی (Sample Copy) ہیڈآفس سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

(۱۳) ڈائیلاگ (Dialogue)

جس طرح محلوں کے پیمانہ پر کارنر میٹنگیں ہوتی ہیں تقریبا اسی طرح شہر کے پیمانہ پر ڈائلاگ منعقد کیے جائیں۔

طریقہ کار

☆ ڈائیلاگ کے لیے کسی مناسب اور مؤقر جگہ کا نظم کیا جائے۔

☆ کم از کم بیس اور زیادہ سے زیادہ پچاس اہم ترین لوگوں کا انتخاب کیا جائے۔

☆اہم سیاسی لوگوں کو بھی مدعو کیا جاسکتا ہے مگر یہ خیال رہے کہ جلسہ پر سیاسی چھاپ نہ پڑے۔

☆جلسہ کے لیے کوئی ایسا اناؤنسر ہو جو پیام انسانیت کے مقاصد سے اچھی طرح واقف ہو، اور مخاطبین کی زبان اور نفسیات سے بھی واقف ہو۔

☆سب سے پہلے تمہیدی گفتگو ہو جس میں ملک کی ترقی اور فلاح و بہبود کی بات کی جائے اور ملک میں پھیلے ہوئے کرپشن، جرائم اور انسانیت سوز حرکتوں کا تذکرہ ہو اور ان کو روکنے کے لیے تدابیر کا تذکرہ کیا جائے،تحریک پیام انسانیت کا تعارف اور اس کی ضرورت پر بات کی جائے۔

☆تمہیدی بات کے بعد شرکاء کو پانچ پانچ منٹ تاثرات کے لیے مدعو کیا جائے۔

☆اناؤنسر خاص طور پر دھیان رکھے کہ مختلف موضوعات زیر بحث آجائیں جن سے پیام انسانیت کے کام کی پوری وضاحت ہو جائے۔

☆اخیر میں فیڈ بیک پر بھی سب سے تاثرات لے لیے جائیں۔

☆آخر میں لٹریچر تسیم ہو اور شکریہ کے ساتھ جلسہ ختم ہو۔

☆کھانے یا ناشتہ کا معقول انتظام اخیر میں کیا جائے۔

(۱۴) پسماندہ علاقہ کی کفالت
(Adoption of Slum-Area)

ملک میں بہت سے علاقے ایسے ہیں جو زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہیں، سرکاران کے لیے مختلف اسکیمیں جاری کرتی ہے لیکن وہ اسکیمیں ان تک پہنچ ہی نہیں پاتیں یا اکثر کا انھیں علم ہی نہیں ہو پاتا، تحریک پیام انسانیت نے اس سلسلہ میں رہنمائی اور بنیادی ضرورتوں کی فراہمی کی کوششیں شروع کی ہیں، بنگلور سے اس کا آغاز بھی ہوا اور اچھے نتائج بھی سامنے آئے۔

طریقۂ کار

☆ سروے ٹیم پسماندہ اور پچھڑے علاقہ کی نشاندہی کرے گی۔

☆ ایسے علاقہ کا انتخاب کیا جائے گا جہاں مختلف مذاہب کے باشندے آباد ہوں تاکہ ہر طبقہ کو سمجھنا اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا آسان ہو۔

☆ سروے میں تمام ضروری معلومات حاصل کی جائیں گی جس

کے لیے تفصیلی فارم ہوگا،اس کو سروے کرکے پر کیا جائے۔

☆ سروے ٹیم کی تفصیلی رپورٹ علاقہ کے سرکاری ذمہ داروں کے سامنے رکھی جائے گی اوران کو

اس جانب متوجہ کرایا جائے گا تاکہ ان کے تعاون سے کام کرنا آسان ہو۔

☆ سرکاری اسکیموں کے لیے بنیادی ضرورت راشن کارڈیا/آدھار کارڈ وغیرہ کی اور پھر بینک کھاتہ کی ہوگی،اس لیے پہلے ان ضرورتوں کو پورا کیا جائے گا،اس کے بعد دوسری سرکاری اسکیموں کے نفاذ کی کوششیں کی جائیں۔

نوٹ: واضح رہے کہ پسماندہ طبقوں کے لیے سرکار کی بہت ساری اسکیمیں ہوتی ہیں،اس لیے تحریک پیام انسانیت میں ایسے افراد کی شمولیت ضروری ہے جوان اسکیموں سے واقف ہوں۔

(۱۵) لاوارث بچوں کی کفالت

لاوارث بچوں کی کفالت کے لیے ہوسکے تو ایسے گھر تعمیر کئے جائیں جہاں ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام ہوسکے،اوران کی دیکھ بھال کوممکن بنایا جاسکے۔

ہدایات برائے کارکنان

☆ اس تحریک کی بنیاد خالص انسانی بنیادوں پر ہے، اور اس کا مقصد معاشرہ میں انسانی قدروں کو بحال کرنا اور انسانیت کی بنیاد پر باہمی رشتہ کو مضبوط کرنا ہے، اس لیے اسے کسی کسی بھی مذہب یا سیاسی جماعت سے نہ جوڑا جائے۔

☆ تحریک کے ممبران خود انسانی قدروں کے حامل ہوں، اور ان کا کردار ہر طرح کے تعصب سے پاک ہو۔

☆ تحریک پیام انسانیت کے بینر تلے کسی بھی نئے پروگرام سے قبل ذمہ دار سے اجازت لے۔

☆ تحریک کی جانب سے جو بھی کام ہو اس میں تحریک کا لیٹر ہیڈ استعمال ہو۔

☆ تحریک کا لوگو کسی بھی صورت میں تبدیل نہ کریں۔

☆ ہر طرح کے فارم کی نمونہ کاپی ہیڈ آفس سے حاصل کریں اور کسی ترمیم سے قبل ذمہ دار سے اجازت لیں۔

چند اہم اور ضروری ہدایات

گزشتہ صفحات میں پیام انسانیت کا تعارف، اس کی اہمیت، ضرورت و افادیت کے متعلق تفصیل سے بات عرض کی گئی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد پیام انسانیت کا کام کرنے والوں کے لیے چند اہم اور ضروری اصول بھی واضح کردیے جائیں، اس لیے کہ بعض مرتبہ کام کی نوعیت اور اصول نہ سمجھنے کے سبب کوئی نہ کوئی ایسی غلطی ہوجاتی ہے جس سے دینی اعتبار سے بڑا نقصان ہوتا ہے اور کام میں بھی رکاوٹیں کھڑی ہوجاتی ہیں۔

پیام انسانیت کا کام کرنے والوں کو ایک اصولی بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ پیام انسانیت کا یہ مطلب نہیں کہ خدانخواستہ ہم غیروں کے ساتھ مداہنت اختیار کرنا شروع کردیں، ان کا کوئی مذہبی طریقہ یا چھاپ اختیار کرلیں جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ زندگی کا دھارا اور ہے، قومی دھارا اور ہے، قومی دھارے میں ضم ہونے کی جو بات کی جاتی ہے، یہ

ہمارے قتل کے مرادف ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے، قتل میں انسان کا صرف جسم جاتا ہے، مگر اس میں جسم نہیں بلکہ ایمان کے جانے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لیے پیام انسانیت کا کام کرنے والوں کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے کاموں میں کہیں پر بھی کوئی ایسی شکل اختیار نہ کریں، جس میں کسی بھی حیثیت سے یہ مظاہرہ کیا جائے کہ ہم آپ کے مذہبی کاموں میں شریک ہیں، آپ کے تہواروں میں شریک ہیں، یہ دین کی روح کے بالکل منافی بات ہے، بہت سے لوگ عید ملن کرتے ہیں، ہم اس کو بھی مناسب نہیں سمجھتے، اس لیے کہ جب ہم عید ملن کریں گے، تو کل وہ بھی ہولی ملن اور دیوالی ملن کریں گے، ظاہر ہے کہ اس میں ہمارا شریک ہونا شرعی اعتبار سے درست نہیں ہے، اس لیے یہ خاص خیال رہے کہ وہی کام کیے جائیں جن پر کوئی مذہبی چھاپ نہ ہو، اگر آپ مذہبی چھاپ کا کوئی بھی کام اختیار کریں گے، آپ اپنے مذہب کی کوئی بات کہیں گے تو کل وہ بھی اپنے مذہب کی باتیں کریں گے، نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سے شکل مزید بگڑ جائے گی، اور بات ''وحدت ادیان'' تک چلی جائے گی۔ پیام انسانیت کے جلسوں میں جو لوگ بات کرتے ہیں عام طور پر ان سے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے لوگ خدانخواستہ وحدت ادیان کا شکار نہ ہو جائیں، لہٰذا ان تمام پیچیدگیوں کو سمجھنا ضروری ہے۔

پیام انسانیت کے جلسوں سے متعلق حضرت مولانا علی میاں ندویؒ تاکید سے فرماتے تھے کہ ان جلسوں میں صرف انسانیت کی بات کی جائے، اور جب بات مذہبی معاملہ کی آئے تو ان سے کہہ دیا جائے کہ یہ آپ کا دین ہے آپ عمل کررہے ہیں، یہ ہمارا دین ہے ہم عمل کررہے ہیں، ہم یہاں اس لیے نہیں بیٹھے ہیں کہ یہ کہہ دیا جائے کہ سب کا دین صحیح ہے، بس آپ اپنے دین کے ساتھ رہیں ہم اپنے دین کے ساتھ، ہمارے یہاں جمع ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے درمیان انسانی بنیادوں پر اتحاد پیدا ہو، ہم لوگ امن وامان کے ساتھ رہ سکیں، اس ملک کے نظام میں جو ہمارا معاہدہ ہے، اس کو ہم صحیح طور پر نبھا سکیں۔

سیرت میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ فرمایا، حالانکہ اگر آپ چاہتے تو آپ ایسا نہ فرماتے، مگر آپ نے معاہدہ فرمایا اور جب تک کسی بھی درجہ میں اس کا پاس رہا، تب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی رکھا، البتہ جب خود انہوں نے اس معاہدہ کو توڑ دیا تب دوسری شکل اختیار فرمائی گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیروں سے اسلام میں معاہدہ کی اجازت ہے، اور اسی معاہدہ کے تحت ہم اس ملک میں رہتے ہیں، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ایک اچھے انسان بن کر رہیں، تاکہ

ہر کوئی سکون کی زندگی گذار سکے، اس سلسلہ میں یہ بہت اہم اصول ہے، بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ جذبات میں ایسی چیز کر بیٹھتے ہیں جو دین و شریعت کے منافی ہوتی ہے، حالانکہ ہمیں اس کی اجازت نہیں ہے، ہم اپنے نظام وشریعت اور ایک ایک جزئیہ پر عمل کرنے کے پابند ہیں، یہاں تک کہ ہم شریعت کے معاملہ میں اس کے معمولی سے معمولی جزئیہ سے بھی دست بردار نہیں ہوسکتے۔

اس اصول کی وضاحت کے بعد کام کرنے والوں کو مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ بہت ضروری ہے، اس سے کام میں طاقت بھی پیدا ہوتی ہے اور اس کے نتائج بھی سامنے آتے ہیں۔

اخلاص

پہلی بات یہ ہے کہ ہم جو بھی کریں اللہ کے لیے کریں، اس لیے کہ اگر اخلاص ہے تو کام اللہ کے یہاں قابل قبول ہے، ورنہ بے کار ہے، کام کے اندر جان اخلاص ہی سے پیدا ہوتی ہے، اگر اخلاص نہیں رہتا تو کام میں جان نہیں رہتی، بسا اوقات کام کرنے میں آپس کے جھگڑے اور لڑائیوں کا سبب بھی اخلاص کا فقدان ہوتا ہے، اگر کسی کے اندر اخلاص ہو تو آپس کی ناچاقیاں خود بخود ختم ہوجائیں گی، پھر یہ نہیں ہوگا کہ کون

آگے اور کون پیچھے، پھر تو صرف یہ ہوگا کہ ہمیں کام کرنا ہے، ہم ایک کارکن کی حیثیت سے اس میں شریک ہیں، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب اپنا محاسبہ کریں، احتساب نفس ہونا چاہیے کہ ہم جو کریں گے اللہ کے لیے کریں گے۔

اخلاق کی پابندی

دوسری بات یہ ہے کہ خود ہمارے اندر اخلاق کی بلندی ہو، اور ہم سب سے پہلے خود اپنے آپ کو انسانیت کا درس دیں، اور اپنی بداخلاقی کو دور کریں، گذشتہ صفحات میں بھی اس سلسلہ میں بات ہو چکی ہے۔

خودنمائی سے اجتناب

☆ تیسری بات یہ ہے کہ ہم جو بھی کریں اس میں "انا" پیدا نہ ہو، بلکہ ہم ہر کام کی نسبت اللہ کی طرف کریں، ہمارے بہت سے بھائی جب کارگزاری سناتے ہیں تو عموماً یہ کہہ جاتے ہیں کہ ہم نے یہ کام کیا، "ہم" کا لفظ بہت خطرناک ہے، اس لیے ہمیشہ یہ کہنا چاہیے کہ "اللہ نے اس کام کی توفیق دی" "اللہ نے یہ کام کرادیا" "اللہ کے فضل سے اتنے لوگ آگئے" غرض کہ ہمارا جو بھی کام ہو اس کی نسبت اللہ کی طرف ہونا چاہیے، جب اپنی طرف نسبت ہوگی تو اس کے اندر اپنی گندگی بھی شامل

ہو جائے گی۔

پیام انسانیت کے ایک جلسہ میں حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے بہت سے لوگوں کے اس کام کی نسبت حضرت مولانا کی طرف کرنے پر فرمایا: بار بار اس کام کی نسبت میری طرف کی جا رہی ہے، اس کو ہرگز میری طرف منسوب نہ کیا جائے، یہ اللہ کے پیغمبروں کا کام ہے، پیغمبروں کی طرف نسبت کریں گے تو اس سے برکت ہوگی۔ اس سے یہ اصول سمجھا جا سکتا ہے کہ ہم محض کسی تحریک کو قائم کرنے کے لیے نہیں بلکہ ایک ایسا کام کرنے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں جو انبیاء کا کام ہے، کسی جماعت یا کسی خاص فرد کا نہیں، جب یہ بات ہمارے ذہن میں ہوگی تو ان شاء اللہ، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جوڑنے کا کام عمل میں آئے گا۔

دردو فکر

چوتھی بات یہ ہے کہ پیام انسانیت کا یہ کام دردو فکر چاہتا ہے، یہ کوئی دو دو چار کی طرح نہیں ہے کہ یہ چیز یہاں سے اٹھائی اور یہاں رکھ دی، بلکہ جب تک اندر کی کڑھن اور درد نہ ہو، اس وقت تک آدمی اس کام میں آگے نہیں بڑھ سکتا، درد و کڑھن کا ہونا بھی اللہ کے رسول ﷺ کی

وراثت ہے،اس لیے کہ اگر ہمارے اندر درد ہوگا تو ہم کسی کو کلمہ پڑھانے کے بعد بھی اپنے آپ کو فارغ محسوس نہیں کریں گے، بلکہ اس کے بعد ہم کو یہ فکر لاحق ہوگی کہ وہ شخص دین پر قائم رہے، اگر یہ فکر نہ ہو تو اس وقت تک ہمارا دین مکمل نہیں ہے، ہم کسی کو بھی دیکھیں تو ایک درد پیدا ہونا چاہیے کہ اللہ اس کو صحیح راستہ دکھا دے، ہدایت عطا فرمادے، جب ہمارے اندر یہ کیفیت پیدا ہو جائے گی تو ان شاء اللہ راستوں کا کھلنا آسان ہو جائے گا۔

عبادات کی پابندی

پانچویں بات یہ ہے کہ پیام انسانیت سے وابستہ جو افراد دوڑ بھاگ کا کام کرتے ہیں، عام طور پر نمازوں میں، جماعت میں اور سنتوں میں تساہل شروع ہو جاتا ہے، اور اس کا نقصان بھگتنا پڑتا ہے، اس لیے یہ اہتمام کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر ہم کسی اہم کام کے لیے جا رہے ہوں، تو مسجد میں نماز ادا کرنے کی فکر کریں، یہ نہ ہو کہ اہم کام کے لیے جا رہے ہوں تو اس کے پیش نظر نماز ہی چھوڑ دی جائے، اگر سفر پر نہیں ہیں، بلکہ مقام پر کام کر رہے ہیں تو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی کوشش کریں، سنتوں کا بھی اہتمام کریں، اس سے کام میں جان اور

وقعت پیدا ہوتی ہے اور یہ ایک دینی فریضہ ہے۔

نمائش سے اجتناب

چھٹی بات یہ ہے، کام کرنے والے حضرات کے یہ بات ذہن نشیں رہے کہ اگر اس کام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو راہ راست پر لے آئے، جیسا کہ الحمدللہ اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، تو یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس پر بعض مرتبہ آدمی ایسا بے خود ہو جاتا ہے کہ اس کا چرچا اور تذکرہ شروع کر دیتا ہے، ہر جگہ یہ بتانے لگتا ہے کہ ماشاء اللہ اتنے لوگ آگئے، یاد رہے یہ بہت خطرناک بات ہے، اگر اس کا اخفاء نہیں ہوا تو اللہ کے یہاں بھی ہمارا عمل بے کار ہونے کا اندیشہ ہے، ہم جو کچھ بھی کریں، اللہ کی رضا کے لیے کریں، نہ اس کا چرچا کریں، نہ کسی سے کہیں، یہاں تک کہ اپنے دوستوں اور تعلق والوں سے بھی نہ کہیں، البتہ دوسروں کو تلقین کرنے کے لیے، ان میں جذبہ بیدار کرنے کے لیے اگر کہیں ضرورت کے موقع پر کہنا ہی ہے، تو کبھی کبھار اس طرح کا کوئی واقعہ سنانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس کا ڈھنڈورا پیٹنا، لوگوں کے سامنے تعداد بتانا، پھر اس کی اشاعت کا بھی بہت زیادہ اہتمام کرنا، یہ ساری وہ چیزیں ہیں جو ہمارے اخلاص کو بھی خراب کرتی ہیں اور دنیا میں

بھی کام گڑبڑ ہوجاتا ہے، اس لیے طریقہ وہ اختیار کیا جائے کہ کام بھی ہوجائے، لیکن جو ردعمل ہوسکتا ہے اس کا سامنا نہ کرنا پڑے، یہ جبھی ہوگا جب ہم اپنے طور پر کام کرتے رہیں، زیادہ ہنگامہ نہ ہو۔ واضح رہے کہ اللہ کی رضا مد نظر رکھتے ہوئے پیام انسانیت کا کام کھل کر کیا جائے، لیکن اس کے نتیجہ میں جو چیزیں سامنے آئیں، یعنی اللہ کسی کو ہدایت نصیب فرمائے، اس کو پیام انسانیت کے کام سے نہ جوڑا جائے، بلکہ مناسب یہ ہے کہ وہ کام اخفاء کے ساتھ الگ ہوتا رہے۔

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ اس کام کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ اس کام کو یوں سمجھا جاسکتا ہے، جیسے ایک درخت لگا ہو اس کی شاخیں ہری بھری ہوں، اس کی جڑ زمین کے اندر ہو، ایسے میں یہ درخت اس وقت تک سلامت رہے گا جب تک وہ جڑیں زمین میں رہیں گی، ٹھیک اسی طرح پیام انسانیت کا کام اوپر کا درخت ہے اور ہدایت ودعوت کا کام اس کی جڑیں ہے، یہ جب تک زمین میں ہیں درخت خشک نہیں ہوگا، اور جب اوپر کردی جائیں گی تو درخت خشک ہوجائے گا، لہٰذا اس کام میں اس حکمت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔